سلسلہ انسداد ارتداد

اسلام کے ضروری عقائد

نومسلموں اور عقائد اسلام سے ناواقف
لوگوں کی معلومات کے لئے

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے شائع کیا

ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۳ھ نومبر سنہ ۱۹۲۴ء

ملنے کا پتہ
حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی

قیمت ۶/

در نیشنل فائن آرٹ لیتھو پریس میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی پیروی کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے غیر اسلام دین کو ہرگز قبول نہ کریگا اور وہ شخص قیامت کے دن گھاٹے میں رہیگا

اِسلام کے ضروری عقائد

فرزند طریقت محمد ریاست علی خاں گکھر نظامی ساکن کوٹ ضلع فتحپور نے یہ رسالہ عقائد اسلام لکھکر مجکو بھیجا کہ میں جدید نومسلم جماعت کی معلومات کیلئے اسکو شایع کروں میںنے باوجود کم فرصت ہونے کے اسکو اول سے آخر تک خود پڑھا اور بہت جگہ درست کیا۔ عبارتیں کم بھی کیں بڑہائیں بھی زبان اس رسالہ کی ذرا مشکل اور مولویانہ ہے معلوم ہوتا ہے عزیز موصوف نے اردو فقہ کی کتابوں سے نقل کرکے اسکو تیار کیا ہے۔ جب ہی تو زبان مشکل ہے۔

نومسلم لوگوں کے لیے عقائد کی تعلیم بہت آسان الفاظ میں ہونی چاہیئے۔ یہ رسالہ تو ان مسلمانوں کو فائدہ دیگا جو انگریزی تعلیم یافتہ ہیں اور عقائد سے واقف نہیں ہیں۔ مگر نومسلم لوگ یا وہ ہندو یا عیسائی جنکو عقائد اسلام معلوم کرنے یا سمجھنے کا شوق ہو اس سے فائدہ حاصل نہ کرسکیں گے۔ یہ میرا خیال ہے ممکن ہے درست نہ ہو۔

راقم حسن نظامی دہلوی

۲۱ جولائی ۱۹۲۴ء

تمہید

اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے عقائد کی تصحیح کی ضرورت ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کے رسول بنکر آنے کا سب سے بڑا مقصد عقیدوں کا درست کرنا تھا۔ کیونکہ جب تک عقائد سے انسان واقف نہ ہو اور تصحیح عقائد نہ کیجاوے اُس وقت تک تمام اعمال نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ خیرات وصدقات وغیرہ سب رایگاں ہیں عقائد میں بد ترین چیز اللہ کا شرک ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے صرف شرک ہی کے مٹانے کے لیئے جہاد کیا تھا۔ کیونکہ عقائد ومعتقدات اسلامیہ سے ناواقف شخص کفر وشرک میں تمیز نہ کرسکے تو دیگر اعمال کی مقبولیت کی بابت کیا اُمید کیجا سکتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی سورہ نساء میں ہے کہ "اللہ تعالی اس گناہ کو تو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ اور اس کے سوا جس گناہ کو چاہے معاف کردے اور جس نے اللہ تعالی کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ راہ راست سے دور بھٹک گیا۔

علم عقائد وہ علم ہے کہ جس سے اسلام کی بنا قائم ہوتی ہے اور ایمان کی جڑ مضبوط ہوتی ہے۔ خدا۔ رسول۔ فرشتوں اور کتابوں پر کس طرح ایمان لانا چاہیئے۔ اور کلمہ کے معنی کیا ہیں۔ اور مسلمان کسے کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں عقائد سے معلوم ہوتی ہیں جس نے عقائد کی کتاب نہیں پڑھی اور معتقدات اسلامیہ سے ناواقف ہے۔ اس کے مسلمان ہونے کا اور ایمان کی مضبوطی کا اعتبار نہیں ہے۔ اسی بنا پر علماء اسلام نے نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ فن عقائد و علم کلام میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں مثلاً شرح عقاید نسفی، عقاید الاسلام، شرح تکمیل الایمان۔ عقیدہ حسنہ۔ و عقاید جلالی وغیرہ۔ تصحیح عقاید اسلامی نکرنے کی وجہ سے جو جو کمزوریاں ہندوستان میں واقع ہوئی ہیں وہ محتاج بیان نہیں ایک زمانہ تھا کہ مسلمان کرنے کے بعد سب سے پہلے تصحیح عقائد کی جاتی تھی۔ اصلی شغل اور مدار نجات اسی کو گردانتے تھے۔ مگر جوں جوں خیر القرون سے دوری ہوتی گئی اسی قدر تساہل و تکاسل غفلت و جہالت کا سیلاب یوماً فیوماً بڑھتا گیا

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کلام مجید فرقان حمید سورہ آل عمران پارہ (۴) میں ارشاد فرماتا ہے کہ "تم لوگوں میں کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو بھلائی کی طرف لوگوں کو بلائیں اور اچھی بات کا حکم کریں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ آخرت میں بامراد ہوں گے"۔

پس اس خیال نے خادم اسلام محمد ریاست علیخاں گکھر نظامی المشرب حنفی المذہب ابن محمد رافت علی خاں گکھر مرحوم و مغفور متوطن قصبہ کوٹ ضلع فتحپور ہسوہ نے بنام خدا اس کو لکھنا شروع کیا اور جب مجموعہ ہذا اختتام کو پہنچا تو بخیال مضمون رسالہ کا نام "عقاید اسلامی" رکھا جس میں عقاید اسلامی

برطریق حنفیہ اہل سنت والجماعت مختصراً اخذ کرکے تحریر کئے۔ تاکہ ناواقف حضرات اپنے عقاید کو درست کرکے دین و دنیا میں اعمال صالحہ کی خیر و برکت اور اجر و ثواب سے محروم نہ رہیں

چونکہ تبلیغ و حفاظت و اشاعت اسلام میں تھوڑا بہت حصہ لینا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے اس لیے جو کچھ مجھ سے بن پڑا میں نے بھی کیا۔

اللہ تعالی ناظرین کے دلوں میں اس کا اثر ڈالے۔ اور نور یقین کی زیادتی دیوے۔ آمین ثم آمین وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ۝۔

اِس رسالہ کی جب کوئی سیر کرے
میرے حق میں دعائے خیر کرے

محمد ریاست علیخاں گکھر نظامی کوٹی

اسلام کا بیان

اسلام وہ فطرتی مذہب انسان کا ہے جس کا وجود یا تقاضا مثل دیگر خواہشوں کے ہر ایک انسان میں فطرتاً پایا جاتا ہے خواہ کم یا زیادہ. انسان کی سرشت میں مذہب اسلام کا ماننا ودیعت اور امانت ہے۔ اور اس کی سرشت سے اس طرح ملا ہوا ہے کہ اس کا علیحدہ کرنا کسی عمل کیمیائی سے بھی مشکل ہے اور اسی واسطے انسان اس کے ماننے اور یقین کرنے پر فطرتاً مجبور ہے۔

انسان اپنے خالق یا اسلام کے یقین کرنے کے واسطے کسی اور دلیل کا محتاج نہیں بلکہ خود اس کا اپنا وجود اس کے ماننے کی کافی و شافی دلیل ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

اسلامی تعلیم میں بیان ہوا ہے کہ "ہر بچہ پیدا ہوتا ہے فطرت (اسلام) پر لیکن اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا لیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی"۔

خداوند تعالیٰ نے دین (اسلام) کو فطرت کے لفظ سے یاد فرمایا ہے فُطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا" (اسلام) اللہ کا وہ قانون ہے جس پر سب آدمیوں کی سرشت بنائی گئی ہے۔

سورہ آل عمران میں ہے کہ "بے شک خدا کے نزدیک اسلام ہی ایک برحق مذہب ہے"۔

اسلام عربی لفظ ہے (سلم) جس کے معنی بطور پیشگی ایک چیز کا مول دینا اور کسیکو اپنا کام سونپنا اور طالب صلح ہونا اور کسی خصومت کو چھوڑ

دینا۔ اسلام کے سب سے اول معنی سلامتی کے ہیں اور لغوی معنی گردن جھکانے اور تابعداری کرنے کے ہیں اصطلاح شریعت میں اللہ تعالیٰ کے ایک ماننے اور الہامی اصول و احکام اور مسائل شرعیہ کے پورا کرنے اور اجتماع کا نام اسلام ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ "مسلمان وہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دے" مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔ اعتقادی طور پر اس طرح کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق و محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے بنائی گئی ہے اور عملی طور پر اس طرح کہ خالصاً للہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت کے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجا لاوے جس کی اعتقادی اور عملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنہ اس سے صادر ہوں وہ وہی ہے جو عنداللہ مستحق اجر ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں

آنحضرت صلعم نے دنیا میں آکر یہ اعلان کیا کہ "میں اسلام یعنی سلامتی اور امن کے مذہب کی تبلیغ کے لیے آیا ہوں" اور اسلام کی تعریف یوں کی ہے کہ "خدا کے احکام کی تعظیم اور مخلوق خدا پر شفقت"

اگرچہ جناب محمد مصطفےٰ صلعم کا دین عموماً اسلام کے نام سے مخصوص ہے ملاحظہ ہو ترجمہ قرآن مجید سورہ المائدہ پارہ (۶) "میں نے آج کے دن تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے واسطے دین اسلام کو پسند کیا" لیکن یہی اسلام کل پیغمبران علیہم السلام

کے دین کا بھی نام تھا جیسا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے "(اے لوگو خدا تعالیٰ نے) دین میں تم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی (تمہارے لیے وہی) دین (تجویز کیا ہے جو) تمہارے باپ ابراہیم کا تھا اسی نے (اگلی کتابوں میں) پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس (قرآن) میں بھی"۔

اگر ان انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں پر بالتفصیل نظر کیجاوے تو پہلی شریعتوں اور شرع محمدی میں بہت تفاوت معلوم ہوگا باوجود اس کے جب ہم مسلمان سب انبیاء علیہم السلام کے دین کو دین اسلام قرار دیتے ہیں تو بالکل ظاہر ہے کہ اسلام سے مراد وہ چیز ہے جو جمیع انبیاء علیہم السلام کے ادیان میں شریک پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان خدائے واحد مطلق لاشریک لہٗ کی ہستی کا اقرار باللسان اور دل سے تصدیق کرے اور اسی کو اپنا معبود حقیقی سمجھے۔ پس اللہ واحد پر اس کی تمام صفات سمیت ایمان لانا اصل اصول اسلام ہے اور اسیواسطے سب انبیاءؑ کا دین دین اسلام سمجھا جاتا ہی پس بے شک اس جگہ پر جہاں فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر مولود ہوتا ہے۔ نیز دیگر آیت شریف میں جہاں دین اسلام کو لفظ فطرت سے تعبیر کیا ہے" فطرت" سے مراد خواہ عہد میثاق ہو خواہ اقرار ربوبیت خواہ توحید یہ سب اسی اصل اصول اسلام کے اظہار کے مختلف طریق ہیں۔

اسی لیئے پیروان اسلام کا نام مسلم ہے اور مسلمان وہی ہے جو دین احمد مجتبیٰ صلعم کا پیرو ہو۔

مسلم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے صلح کر کے اسی آن صلح کو مخلوق الٰہی تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اسی لیئے مسلمان ایک دوسرے کے ملتے وقت بھی" السلام علیکم" (تم پر سلامتی ہو) کہتے ہیں۔

اسلام ایک عملی زندگی کا مذہب ہے جس کی بنیاد قرآن مجید پر ہے اور قرآن مجید کا زیادہ حصہ توحید پر مشتمل ہے اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں انسان کے فطری طاقتوں کی نشوونما اخلاقی مذہبی سیاسی. ملکی تجارتی فوجی قانونی قواعد وغیرہ وغیرہ ہیں جس کی تعلیم سادہ اور عام فہم ہے جس کو امی اور عالم سب سمجھ سکتے ہیں۔

اسلام کی تعلیم میں یہ تلقین کی جاتی ہے کہ تمام احکامات جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائے ہیں ان کی تعمیل کرو اس کے خلاف نکرو اور ان کی تعمیل کی انسان کو طاقت حاصل ہے "دین میں تم پر کچھ سختی نہیں"

مذہب اسلام کسی سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ اندھا دھند بغیر سوچے سمجھے اس کے اصول پر ایمان لایا جاوے۔ بلکہ اسلام اس قسم کے بودے اور غیر معقول اصول سے بالکل پاک ہے جس کو عقل سلیم نہ مان سکے کیونکہ اسلام عین فطرت کے مطابق ہے۔

ہے کسی مذہب کی منت کش اگر عقل سلیم ❊ ہے وہ مذہب مذہب اسلام باللہ العظیم

غرضکہ اظہار اطاعت عملی اور اعتقاد کا نام اسلام ہے جو کہ افعال ظاہر سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلام نے مذہب کے اعمال کو کس طرح معاملات زندگی سے وابستہ کیا ہے اور دین و دنیا کو کیسا ایک دوسرے سے جکڑا ہے۔ اس کے اصول کے مطابق وہ افعال بھی جن کو اور مذہبوں نے روحانی ترقی کے بالکل منافی ٹھرایا ہے عین عبادت بن سکتے ہیں کیونکہ اس نے خدا کا تعلق دل سے رکھا ہے ہاتھ پاؤں سے نہیں رکھا اس نے بندوں کے حقوق کو اللہ کے حقوق پر مقدم اور حسن معاشرت کو کثرت طاعت پر ترجیح دی ہے

اسلام کسی مقررہ طریق عبادت یا خدا کا نام محض زبان سے پڑھتے رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا اثر پیدا ہونے سے مرنے تک غرضکہ ہر وقت اور ہر حال میں انسان پر کارگر رہتا ہے۔

غرض اول سے آخر تک اسلام کی جس بات پر غور کیا جائے وہی معیار عقل اور میزان قیاس کے مطابق موزوں اور مناسب معلوم ہوتی ہے۔ صرف چشم حق بیں اور دل حق پسند چاہیئے۔ ؎

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ترکِ رضائے خویش پئے مرضی خدا
جو مر گئے انہیں کے نصیبوں میں ہے حیات اس میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

غرضکہ اسلام ہی ایک اکمل و مکمل دین ہے جو جملہ فضائل پر حاوی ہے اور بنی آدم کی بہبود دارین اسی مذہب کی تقلید پر منحصر ہے اسلام اور نظام اسلام جو نظریات اور عملیات کا سرچشمہ ہے جس کا خدا ایک رسول ایک۔ کتاب ایک اور قبلہ بھی ایک ہے۔

اسلام کو خدا نے نہ صرف اپنی توحید کے لیئے بھیجا تھا بلکہ اتحاد و اجتماع توحید افکار توحید زبان توحید مقاصد اتحاد قومیت کا بھی بہت بڑا عنصر اپنے ساتھ لایا تھا۔ دنیا کے تمام مذہبوں میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کی بنیاد حکمت اور فطرت پر ہے جس میں عقل و قیاس سے کام لینے پر تاکید اور جس میں علم کا سیکھنا فرض اور حقایق اشیاء کی تحقیق معرفت الٰہی کے لیے ضروری ہے۔ بڑے بڑے فلسفی اور کامل سے کامل منطقی سے مقابلہ کرنے میں اس کو کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا دنیا کے کسی مذہب نے ایسی صراحت سے دین اور فطرت کو متحد نہ بنایا ہوگا جیسا کہ اسلام نے۔ اور نہ کسی مذہب میں دعوت کا طریقہ انسانی طبایع کے

اختلاف کے لحاظ سے اور ان کی استعداد اور سمجھ اور علم کے درجات کے خیال سے جدا جدا حکمت یا موعظت یا مناظرہ پر رکھا گیا ہو جیسا کہ اسلام میں جو دعوت الی الحق کی نسبت کہتا ہے کہ "اپنے پروردگار کی راہ پر دعوت دے حکمت سے اور اچھی نصیحت سے اور مناظرہ کر ایسے ایسی باتوں سے جو پسندیدہ ہوں"

توحید اور رسالت

ہر عاقل و بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے کہ خدا پر ایمان لائے۔ اسلام کا سب سے پہلا عقیدہ اور اصل اصول اور خدا کی توحید ہے جو اور کسی مذہب میں نہیں۔

دین فطرت۔ دین قیم۔ دین حق (اسلام) کے لیئے سب سے پہلے یہ دو ضروری شرطیں ہیں جنپر یقین کرنے اور کہنے سے کوئی شخص مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ یعنی جو شخص کہ مسلمان ہووے اس پر یہ فرض ہے کہ کلمہ توحید یا کلمہ طیبہ لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ کا زبان سے اقرار کرے اور دل سے سچ جانے کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے اور محمد صلعم اس کے رسول ہیں۔ اصل مسئلے اسلام کے دو ہیں جو اس ایک کلمہ میں جمع ہیں جس کے کہنے سے گبر صد سالہ مسلمان اور جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ان دونوں میں سے کسی میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عقل و فطرت کے خلاف ہو یا کوئی عالم حکیم یا فلاسفر جبکہ اسے اس کی حقیقت سمجھائی جائے اس سے انکار کر سکے یا اس کے ثبوت کے لیئے سوائے عقل کے کسی اور چیز کی حاجت ہو پس یہی امر مدعی کو لاجواب اور اسلام کی سچائی کی تصدیق

کرا دینے کے لئے کافی ہیں۔ اسلام کی صداقت کے لیے نہ کسی معجزہ اور نہ کسی کرامت کے پیش کرنے کی ضرورت ہے قرآن مجید اور یہی دو کلمے سب پر بھاری ہیں۔

یا یہ ترجمہ بھی پڑھا دے کہ "بیزار ہوا میں شرک سے اور کفر سے اور تمام باطل دینوں سے اور قبول کرتا ہوں میں سچے دل سے اس وقت دین برحق اسلام کو"

اور بعد مسلمان ہونے کے اس کا اسلامی نام مثل عبداللہ و عبدالرحمٰن و عبدالسلام و احمد اور زینب و فاطمہ وغیرہ رکھدے اور اوامر و نواہی اسلام کی تاکید کردے۔ وہ خدا جس نے فطرتاً ہر انسان کو مسلمان ہونے کی توفیق دی ہے۔ سب سے اول اور سب سے مقدم اور سب سے بڑھکر اپنے بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ اس کو ایک جانیں اور ایک مانیں نہ کسی کو اس کا شریک جانیں نہ کسی کے آگے سجدے کے لیے سر کو جھکائیں اور ان لوگوں سے جن کو بے محنت اور بے زحمت کے اسلام کی دولت دی اور اپنی رحمت سے مسلمان کے گھر پیدا کرکے مسلمان بنایا یہ خواہش رکھتا ہے کہ جو امانت اُس نے اُن کے سپرد کی ہے وہ اوروں تک پہنچادیں اور جو نعمت ان کو دی ہے دوسرے بندوں کو بھی اس میں شریک کریں یعنی خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کی اشاعت دنیا میں کیجا وے۔ اس عظیم الشان سچائی کو ہر ایک مسلمان بلالحاظ اپنی معاشرت دنیا میں پھیلا سکتا ہے پس ہر مسلمان پر فرض ہے کہ دوسرے کے کان میں اسلام کی آواز پہنچادے اور خدا کی توحید اور رسول صلعم کی رسالت کی صدا دوسروں کو سنادے۔ کیونکہ تمام نیکیوں کی جڑ اور سب نیکیوں سے بڑھ کر توحید ہے

درحقیقت توحید تمام نیکیوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا اعضاء کے مقابلہ میں دل "اور خدا کا ماننا تمام عبادتوں میں ایسی عبادت ہے جس کا صلہ ہے جنت"

خدا کی ذات سے انکار کرنا تمام عالم کی حقیقت اور خود اپنی ہستی سے منکر ہوتا ہے۔ایک مسلمان کے نزدیک نیچر کی کہنہ و حقیقت اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ خلق کی گئی ہے اور قادر مطلق کی محکوم ہے۔

خدا کو برحق جاننا اور اس کی توحید پر یقین رکھنا۔ خدا اور خدا کی وحدانیت پر اس وقت یقین ہو سکتا ہے جب اس کی ذات وصفات پر جو حقیقت میں متحد ہیں اور اسی کے استحقاق عبادت پر جو اسکو لازم ہے پورا پورا یقین ہو۔ اسکی ذات کا یقین تو اس کے موجود ات ازلی و ابدی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے پر یقین ہوتا ہے اس کی صفات کا یقین اس کے مانند صفات کا کسی دوسرے میں نہونے پر یقین کرنا ہے۔ کوئی شے سوا خدا کے مستحق عبادت نہیں۔پس سوا خدا کے کسی کی عبادت نکریں اور نہ کسی نبی۔ پیر فقیر کی پرستش کریں بلکہ تعظیم کریں۔ اور ضرور ہے کہ ہم اس جان جہاں گرامیؐ (محمد مصطفےٰ صلعم) پر بھی جس نے ہم کو توحید سکھلائی ؎

عباد کو تو نے محو تحمید کیا ۔۔۔ عشاق کو مست لذت دید کیا
طاعت میں رہا نہ حق کے ساجھی کوئی ۔۔۔ "توحید" کو آکے تو نے توحید کیا

جس کی وجہ سے ہم نے خدا کو جانا اور اس کی صفات کو پہچانا یقین کریں اور اس کے ہادی ہونے پر یقین کریں اور اس کی تصدیق دوسرا رکن اسلام کا ہے۔یعنی کلمہ طیبہ لاالہ اللہ محمد الرسول اللہ کا زبان سے اقرار

کرنیوالا اور دل سے تصدیق کرنے والا مسلم ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم کا رسول ہونا ہر ایک شخص کو یقین ہو سکتا ہے۔ اس میں بھی نہ عالم کی قید ہے نہ فلسفی کی۔ محمد رسول اللہ صلعم کو نبی برحق ثابت کرنے کے واسطے کسی معجزہ یا خرق عادت کی ضرورت نہیں ہی، جیساکہ خدائے واحد کی ہستی اور وحدانیت کا ماننا انسان کا ایک فطرتی امر ہے۔ ایسا ہی محمد صلعم کا رسول اللہ۔ خاتم النبیین، اور رحمۃ اللعالمین کا یقین ان کی ذات ان کے چال چلن اور ان کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے حالات ایسے ہیں جس کے معلوم ہونے کے بعد کوئی آدمی عالم ہو یا حکیم آپ کے موید من اللہ ہونے سے انکار کر ہی نہیں سکتا جس طرح اسلام کے پہلے حصہ یعنی لاالہ الا اللہ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عقل سلیم اور فطرت انسانی کی مخالف ہو اسیطرح دوسرے حصہ یعنی محمد رسول اللہ میں بھی کوئی ایسی پہیلی اور چیستان نہیں ہے جو علم و حکمت کے خلاف ہو۔ ذات باری تعالیٰ کا ہونا فطرت انسانی کی رو سے تسلیم کرنا لازمی ہے۔ مگر اس کی ماہیت کا جاننا فطرت انسانی سے خارج ہے۔ سب سے افضل و اعلیٰ یہ عمل ہے کہ اللہ کی وحدانیت ذاتی و صفاتی پر ایمان لانا اور جہاد فی سبیل اللہ کرنا ہے۔

وحدانیت اور رسالت کی تصدیق قلب اور اقرار زبان کے بعد اور چیزیں بھی اسلام کے ساتھ ہیں۔ جن کو خدائے تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔

اسلام کی بنائے مقدس پانچ باتوں پر مبنی ہے۔ چنانچہ ترجمہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ سے

روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے اول خدائے واحد کے سچے معبود ہونے کی شہادت دینا نیز یہ کہ محمد صلعم خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں (اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد عبده ورسوله) دوسرے نماز پڑھنا (پنجوقتہ) تیسرے زکوٰۃ دینا (بشرط مالدار ہونے کے) چوتھے اگر مقدور ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرنا۔ پانچویں رمضان المبارک کے روزہ رکھنا۔

دین اسلام کے ارکان

دین اسلام کے چار رکن ہیں۔ اول ظاہری رکن عبادت ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ ان کا بیان۔ علم فقہ یا علم شریعت کی کتابوں سے خوب معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا ظاہری رکن معاملات ہے۔ جیسے نکاح۔ طلاق۔ عدت۔ تجارت۔ زراعت کفن دفن و ترکہ وغیرہ فقہ کی مشہور کتابیں ہدایہ شرح وقایہ۔ کنزالدقائق وغیرہ ہیں۔

اس دو رکن ظاہری کے جامع کو علم فقہ یا علم شریعت کہتے ہیں۔ اس میں آٹھ چیزیں ہیں۔ فرض۔ واجب۔ سنت۔ مندوب۔ حلال۔ حرام۔ مکروہ۔ مشتبہ۔

علم فقہ میں کلمہ کا بیان نہیں ہے اس لیے اس کو فقہ سے علیحدہ کر کے اس کا نام علم عقائد رکھا۔ باطن کے دو رکن ہیں اول رکن مہلکات یا عقبات (یعنی گھاٹا راہ دین کی گھیتی میں) بدخصلتوں سے دل کا پاک کرنا جیسے بخل۔ حسد۔ تکبر۔ عجب وغیرہ

دوسرا رکن منجیات یعنی نیک خصلتوں سے دل کو آراستہ کرنا جیسے

سخاوت قناعت تواضع. شکر صبر رجا توکل وغیرہ ان دونوں کے جامع کو **علم تہذیب اخلاق** کہتے ہیں اور صوفیائے کرام علم سلوک کہتے ہیں۔ تصوف (سلوک) میں احیاء العلوم۔ کیمیائے سعادت منہاج العابدین۔ غنیۃ الطالبین۔ فتوح الغیب۔ فتوح ربانی۔ عوارف المعارف۔ گنج الاسرار وانیس الارواح وغیرہ مشہور کتب ہیں۔

پس **دین** کے چار اجزا عقائد۔ عبادات۔ معاملات۔ اخلاق ہوئے۔

قرآن مجید۔ اسلام کا ایک قانون اساسی ہے اور اس کی عملی تفسیر جس کا نام **سنت** ہے اسی پر تمام قوانین اسلامی کی بنیاد ہے۔

علم تفسیر قرآن مجید کے معنے ومطلب کی شرح اور توضیح تفسیروں میں ہوا کرتی ہے۔ اردو میں تفسیر حقانی وتفسیر موضح القرآن وغیرہ پڑھنے کے لائق ہیں۔

علم حدیث۔ جناب رسالتمآب صلعم کے اقوال وافعال کے مجموعہ کا نام ہے جو آنحضرت صلعم کے ڈیڑھ سو برس بعد تالیف وتصنیف ہوئیں بہت سی حدیثیں قوی حسن اور نیز بہت سی ضعیف ہیں۔ جو حدیث کہ خلاف آیت زبانی کے ہو اس کو متروک کرنا چاہیئے کیونکہ مقدم عمل قرآن مجید پر لازم ہے۔

علم حدیث میں بخاری شریف (اصح الکتب بعد کلام اللہ) مسلم شریف ترمذی۔ ابی داؤد۔ ابن ماجہ۔ نسائی مشہور کتب ہیں۔ انہیں صحاح ستہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ موطا۔ مشکوۃ۔ مشارق الانوار وغیرہ ہیں

قرآن وحدیث کے بعد **فقہ** کا درجہ ہے فقہ اسلامی کا تیسرا رکن **اجماع** ہے جو مشورہ ملت کی سب سے کامل اور محتاط حد ہے

یعنی علماء امت کا کسی مذہبی غیر منصوص مسئلہ پر اور قوم کے ارباب سیاست کا کسی طریقہ سیاست پر اتفاق کرنا۔

چوتھا رکن **قیاس** ہے یہ کہ نکالیں آیمہ مجتہدینؒ مسائل کو قرآن و حدیث سے کیو جہ سے اور ایمہ مجتہدینؒ چار ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ۔ امام محمد ادریس شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمد بن محمد بن حنبلؒ عقائد میں ایمہ اربعہؒ متفق ہیں۔ لیکن فروعات میں اختلاف ہے مجتہد سے اجتہاد میں کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس خطا سے وہ گنہگار نہیں ہوتا۔

تقلید۔ ان ایمہؒ کی **پیروی** عین اتباع رسول مقبول صلعم ہے اس واسطے کہ ان کا اجتہاد خلاف قرآن مجید و حدیث شریف نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ "میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوگا" انہیں ایمہؒ کے پیرو **اہل سنت والجماعت** کہلاتے ہیں جو ناجی فرقہ ہے۔

ہمارے نزدیک پاک دل اور صلحا کی تقلید کو چھوڑنا ایک اباحت ہے کیونکہ ہر شخص مجتہد نہیں ہے۔ اجتہاد کے لغوی معنی کوشش کرنے کے ہیں۔ اجتہاد ایک شرعی امر ہے جس وقت کسی امر کے متعلق کوئی نص موجود نہ ہو اس وقت اجتہاد مشروع ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں ایمہ ثلاثہؒ یعنی امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ و امام حنبلؒ و دیگر ایمہؒ سے افضل و اعلیٰ تھے اور ہم حنفی آپ ہی کی تقلید کرتے ہیں۔

متبوع ہے قرآن مرا پھر سنت　　پھر رتبہ اجماع و قیاس امت

ہوں دل سے مقلد امام اعظم ۔۔۔ ارباب سلاسل سے ہی مجکو بیعت
بندہ ہوں خدا کا اور نبی کی اُمت ۔۔۔ ہوں تابع اصحاب و غلام عترت
رکھتا ہوں میں ارباب ولایت سے نیاز ۔۔۔ ہے نام مرا اس لیئے اہل سُنت

علم فقہ (علم شریعت) قرآن مجید۔ حدیث شریف۔ اجماع۔ اور قیاس سے ملکر قانون فقہ بنا ہے یہ قانون آگاہی امر و نہی کے لیئے بنا دیا گیا ہے اور اس قانون کے تیار کرنے والے حضرات آیمہ اربعہؒ مذکورہ بالا ہیں۔

شریعت اور طریقت دو چیزیں نہیں ہیں اصطلاح شرع میں ارباب طریقت ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کا مشرب تصوف ہے۔ تصوف کا طریقہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے ہے چار سلسلہ بہت مشہور ہیں اور وہ چشتیہ قادریہ۔ نقشبندیہ و سہروردیہ ہیں۔ نقشبندیہ سلسلہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم تک پہنچا ہے۔ بقیہ سب سلسلے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے توسل سے دربار رسالت مآب صلعم تک منتہی ہوتے ہیں۔

ایمان

لفظ **ایمان** عربی مصدر ہے جس کے معنی ماننے اور پناہ دینے اور بیخوف کرنے کے ہیں اور اصطلاح شرع اسلام میں اس اقرار لسانی اور تصدیق قلب سے مراد ہے جو .... نبی علیہ السلام کی بتائی ہوئی باتوں پر اپنی قبولیت اور تسلیم ظاہر کیجائے۔ ایمان اس بات کا نام ہے کہ جو بات پردہ غیب میں ہو اس کو قرائن یقینی کے لحاظ سے قبول کیا جائے۔

ایمان بالغیب جس کی وجہ سے درجات اُخروی ملتے ہیں"۔
خداوندکریم شروع سورت قرآنی میں متقین کی تعریف یومنون بالغیب کیساتھ فرماتا ہے کہ "یہ قرآن شریف راہنما ہے واسطے اتقاکرنیوالوں کے وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں" گویا اسلام کے احاطہ میں آنیوالوں کا دارومدار ہی ایمان بالغیب پر ہے۔ ایمان بالغیب میں اللہ کی ذات پاک اس کے فرشتوں کا وجود۔ آخرت کے دن اور اس کی سزا و جزا اور تقدیر پر ایمان لانا شامل ہے۔

خدائے تعالےٰ کے بتائے ہوئے اور غیب کو ماننے والے کو اسلامی شرع کی اصطلاح میں مومن کہتے ہیں الغرض ایمان وہ شے ہے کہ جن باتوں کو عقل تو قبول کرتی ہے۔ مگر بوجہ در پردہ غیب ہونے کے جیساکہ چاہیے ان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی ان باتوں میں اپنی فراست فطرتی سے کچھہ ترجیح یعنے آثار صداقت دیکھکر اور اسقدر دلایل عقلیہ کا غلبہ اس طرف پاکر اور پھر خدا کے کلام کو اس پر شاہد ناطق و صادق معاون کرکے ان باتوں کو مان لیا جائے یہی ایمان ہے جو ذریعہ خوشنودی خداوندکریم جل شانہ ہو جاتا ہے۔

نجات ایمان سے وابستہ ہے اور ایمان امور مخفیہ سے وابستہ ہے۔

ایمان دو صفت پر ہے **ایمان مجمل** اور **ایمان مفصل**۔

ایمان مجمل یہ ہے کہ دل سے یقین کرے اور زبان سے اقرار کرے کہ "امنت باﷲ کما ھو باسمائه وصفاته وقبلت جمیع احکامه" یعنی میں ایمان لایا اللہ پر جیساکہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ اور قبول کئے میں نے سب حکم اس کے۔

ایمان مفصل یہ ہے کہ دل سے یقین کرے اور زبان سے اقرار کرے کہ "اٰمنت باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاٰخر والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالٰی والبعث بعد الموت" یعنی ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر اور پچھلے دن (قیامت) پر اور اس پر کہ اندازہ کرنا نیکی اور بدی کا اللہ سے ہے اور ایمان اوپر اٹھنے بعد موت کے" بروایت مسلمؒ جنہوں نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ کلمہ اٰمنت باللہ .... بعد الموت کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔ اور اس اقرار اور تصدیق کی وہی شرطیں ہیں جو اسلام کی ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث شریف میں ایمان اور اسلام کا استعمال بمعنی مختلف ہوا ہے۔

اسلام اور ایمان میں یہ فرق ہے کہ اسلام افعال ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور ایمان دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کو خبر نہیں ہوتی۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک جملہ کاموں سے یہی افضل ہے کہ خالص ایمان جس میں شک وشبہ نہ ہو اور کفار سے لڑائی جس میں کوئی غرض نہ ہو اور حج مبرور" صحیحین۔

ایمان مفصل میں جن سات چیزوں کا ذکر ہے ان میں سے جب تک سب چیزوں پر ایمان نہ لاوے ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا ہے لیکن اگر نماز نہ پڑھتا زکوۃ نہ دیتا یا روزہ نہ رکھتا یا حج نہیں کرتا ہو وے

تو وہ مسلمان تو ہے لیکن سخت گنہگار اور خداوند تعالیٰ کا نافرمان۔ اور فاسق ہی یہ لوگ اپنے گناہوں کی سزا پاکر اخیر میں چھٹکارا پائیں گے۔
ایمان مفصل اور احکام ایمان کا بیان پارہ سیقول سورہ بقر میں ہے

اعتقاد

ایمان مفصل کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱۔ **عقائد اللہ کے ساتھ** خدا تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی شے نہ تھی۔ پھر اس نے کائنات کو خلق کیا۔ خدا کسی دوسری چیز سے ملکر نہیں بنا اور نہ دوسری چیز میں حلول کرتا دسماتا ہے۔ خدا ایک ہے ذات و صفات میں اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ بے نیاز ہے اس سے نہ کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔ حاجت انسانی سے پاک ہے۔ تمام کمال کی صفتوں سے موصوف ہے۔ نقصان و زوال کی علامت سے پاک ہے۔ خدا کے ساتھ اور خدا کو نہ پکارو کیونکہ خدا کے سوا اور خدا ہی نہیں۔ ہر چیز نیست ہے مگر اس کی ذات ذات حق و صفات کے سوا جو کچھ ہے وہ حادث ہے یعنی عدم سے وجود میں آیا قدیم نہیں۔ کوئی چیز اس کے مانند نہیں وہ سب سے نرالا ہے۔ پروردگار عالم کے جسم و جوہر نہیں یعنی تن نہیں اور عرض نہیں مصور نہیں کہ اس کی کوئی صورت و شکل ہوے اور مرکب نہیں کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے مل گیا ہو اور معدود نہیں کہ اس کو گن سکیں۔ اور معدود نہیں کہ حد و نہایت رکھتا ہو۔ ہر جگہ موجود۔ یکتا۔ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ

رہیگا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا و جاننے والا خواہ ظاہر ہو یا چھپی یعنی عالم الغیوب
ہے بغیر آنکھ کان بمنہ دیکھتا سنتا بولتا ہے۔ اس نے تمام چیزوں کو اپنے
ارادہ سے پیدا کیا۔ وہی جلاتا مارتا قابل پرستش اور لائق عبادت ہے وہی
روزی دیتا۔ دعا قبول کرتا۔ عزت ذلت دیتا۔ مریضوں کو شفا دیتا اور مصیبتوں کو
ٹالتا اور گنہگاروں کو بخشنے والا ہے اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں،
وہ دنیا کی حفاظت سے تھکتا نہیں نہ وہ سوتا ہے نہ اونگھتا۔ وہی
جب چاہے گا سب چیزوں کو فنا کر دیگا۔ پھر سب کو پیدا کر کے قیامت
قائم کریگا۔

۲۔ عقائد فرشتوں کے ساتھ

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا وہ موجود ہیں مگر
ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ فرشتوں کی صفت یہ ہے کہ نافرمانی
پروردگار عالم کی نہیں کرتے اور نہ معصیت کا کام کرتے ہیں یعنے
معصوم ہیں۔ جو کچھ خدا فرماتا ہے وہی کرتے ہیں۔ اور ابلیس جس نے
کہ نافرمانی کی در اصل وہ فرشتہ نہیں تھا بلکہ جن تھا۔ فرشتے مرد ہیں نہ
عورت نہ کھاتے ہیں نہ پیتے۔ اجزائے عالم کے ہر جزو پر موکل ہیں بعض
نیکی بدی لکھتے بعض حفاظت پر مقرر بعض ہر وقت خداوند تعالیٰ کی یاد
میں رہتے ہیں ان کی روزی تسبیح و تہلیل ہے موت انہیں بھی آئے گی۔
گنتی سے باہر ہیں چار بہت مقبول و مشہور ہیں اول حضرت جبریل امینؑ
(پیغمبروں کے پاس وحی لیکر آیا کرتے تھے) دوسرے حضرت اسرافیلؑ
(صور پھونکنے پر مامور ہیں) تیسرے حضرت میکائیلؑ (مخلوقات کی روزی
پہنچانے پر مامور ہیں) چوتھے حضرت عزرائیلؑ (قبض ارواح پر مسلط ہیں)

کراماً کاتبین دو فرشتے ہیں جو آدمیوں کی نیکی بدی لکھتے ہیں

۳- عقائد کتابوں کے ساتھ

اللہ تعالےٰ نے بعض پیغمبرں پر کتابیں اور صحف نازل فرمائے ہیں اور بعضوں کو ان کی پیروی کی نسبت حکم دیا ہے آسمانی کتابیں چار ہیں اور سو صحیفے۔ حضرت آدمؑ پر ساٹھ یا بیس یا پچاس اور حضرت شیثؑ پر پچاس یا بیس اور حضرت نوحؑ پر تیس اور حضرت ابراہیمؑ پر دس صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ اول کتاب توریت بزبان عبرانی جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی جس کے بنی اسرائیل پیرو تھے۔ دوسری کتاب زبور بزبان یونانی جو حضرت داؤد پر نازل ہوئی تھی تیسری کتاب انجیل بزبان سُریانی جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔

جسقدر کہ اللہ تعالےٰ نے کتابیں نازل فرمائی ہیں وہ سب کی سب سچی اور برحق ہیں اجمالاً سب پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کتابوں وصحیفوں کو لوگوں نے بدل ڈالا ہے اس لیے موجودہ کتب وصحف آسمانی نہیں ہیں بلکہ قرآن شریف (جو کہ خلاصہ کتب سماوی ہے) پر تفصیلی ایمان لانا چاہیے۔ جو کچھ اس میں اوامر و نواہی۔ وعدے وعید جنت و دوزخ وغیرہ کی بابت احکام ہیں وہ سب صحیح و درست ہیں۔ چوتھی کتاب قرآن مجید فرقان حمید آخری فرمان ہے۔ نزول کیوقت سے لیکر اب تک زیر زبر پیش ہر قسم کی غلطیوں سے محفوظ ہے اور قیامت تک اسی طرح محفوظ رہیگا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجز کلام ہے تمام مخلوقات جن وانس و ملائکہ اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہیں سب سے اعلیٰ واشرف معجزہ قرآن شریف ہی ہے جس کے اصول و مسائل عقل کی کسوٹی پر پرکھنے سے صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ قرآن کی معقول

تعلیم فطری تقاضوں کے منافی نہیں۔ بلکہ قرآن شریف توان جذبات اور استعدادوں کو نشوونما دیتا اور اُبھارتا ہے جو فطرت انسان میں ودیعت شدہ ہیں۔ درحل قرآن مجید نے ہی ایک ایسا مذہب پیش کیا ہے جو نہ صرف انسان اور اس کی سیرت کی عزت کرنا بلکہ قرآنی احکامات اور تعلیمات عین فطرت کے مطابق ہیں اور ہذا شفاء للناس و ذکریٰ للعالمین ؛ قرآن مجید آخری شریعت کے احکام لایا ہے اس لئے اسکے بہت سے احکام نے پہلی کتابوں کے حکموں کو منسوخ کردیا۔ قران مجید تئیس برس تک یعنی ۱۳ سال مکہ معظمہ اور دس سال مدینہ منورہ میں ضرورتوں کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے۔ قران مجید کے احکام ایسے معتدل ہیں کہ ہر زمانے اور ہر قوم کے مناسب حال ہیں دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں کہ وہ فرقان حمید کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز ہو چونکہ کلام اللہ کے احکام ہر زمانے اور قوم کے مناسب ہیں اس لیئے کسی دوسری شریعت اور آسمانی کتاب کی حاجت نہیں رہی۔

۴۔ عقائد رسُولوں کے ساتھ

رسول اللہ تعالیٰ کے بندے اور انسان تھے خدائے تعالیٰ نے انہیں اپنے بندوں تک احکام پہنچانے کے لیئے مقرر فرمایا تھا جس قدر انبیاء و رسول مبعوث ہوئے سب کے سب مرد معصوم و گناہوں سے پاک اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور تمام انسانوں سے افضل و بزرگ بندے ہیں عورتوں میں کوئی نبی و رسول نہیں ہوا۔ خدائے تعالیٰ کے حکم سے معجزہ دکھلاتے۔ پیغام پورے پورے پہنچا دیتے۔ ان میں کمی بیشی نہیں کی نہ کسی پیغام کو چھپایا۔

رسول اس پیغمبر کو کہتے ہیں جس کو نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو۔
اور نبی ہر پیغمبر کو کہتے ہیں چاہے اسے نئی شریعت اور کتاب دی گئی
ہو یا نہ دی گئی ہو۔ بلکہ وہ پہلی شریعت اور کتاب کا تابع ہو
خدا تعالیٰ نے جسے نبی اور رسول بنایا وہی بنا۔ دوسرا آدمی کسب
و محنت سے نہیں بن سکتا۔ دنیا میں بہت سے رسول اور نبی آئے۔
بعض نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار بعض نے اس سے کم وبیش تعداد بیان کی
ہے۔ ٹھیک تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔ ان میں سب سے اول حضرت آدمؑ
اور سب سے آخر میں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلعم ہیں۔ اعتقادات میں ایکدوسرے
کیخلاف نہیں اگر ہے تو فروع میں۔ جتنے پیغمبر مبعوث برسالت ہوئے سب کا
ایک ہی دین "اسلام" تھا اللہ تعالےٰ نے دنیا کے کل موجودہ اور معدوم
شدہ قوموں میں سے ہر قوم کے ہدایت کے لیئے ایک یا متعدد پیغمبر
مبعوث فرمائے تھے سب نے اپنے اپنے وقت میں تبلیغ رسالت کی۔
اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہ ہدایت دکھلانے کو پیدا ہوئے اور دین الٰہی
(اسلام) کو پھیلایا۔ لیکن حضرت انسان نے آنحضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی
تولید مبارک کے قبل ان احکام کی پابندی ترک کر دی تھی اور من گھڑت
دستور ایجاد کر لیئے تھے۔ ہر جگہ ظلم ظلابت پرستی شرک پرستی و توہم پرستی
وغیرہ شروع ہو گئی تھی تب ہمارے نبی آخرالزماں احمد مجتبیٰ صلعم ملک عرب
کے مشہور شہر مکہ معظمہ میں خاندان قریش کی ایک شاخ بنی ہاشم میں جو سب
سے زیادہ قابل عزت و بزرگ تھی بطن آمنہ سے ۸ یا ۹ یا ۱۲ ماہ ربیع الاول
روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں تولد ہوئے۔
آنحضرت صلعم چالیس سال کے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہونا شروع

ہوئی وحی کے ذریعہ سے قرآن مجید آنحضرت صلعم پر نازل ہوا۔ یہی ایک ایسا فوق الفطرت معجزہ ہے جسے اسلام نے ایک اجب التعظیم مذہبی اعتقاد کی شان سے پیش کیا ہے اس کے متعلق ہمکو ملا نیہ اعتراف ہے کہ ہماری عقل وفہم وحی کی ماہیت کے ادراک سے قاصر ہے یہ ایک ایسی شے ہے جو پیغمبر صلعم اور دیگر آدمیوں میں مابہ الامتیاز ہے۔

آپ کی بعثت محض اشاعت توحید ہدایت خلق اطمینان قلب وروحانی کمال کے لیئے تھی۔ آپ رحمتہ للعالمین ہیں۔

آنحضرت صلعم امی تھے اور تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل و بزرگ ہیں خدا تعالیٰ کے بعد آپ کا مرتبہ سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے کیونکہ آپ قیامت کے دن تمام اولاد آدم کے سردار ہوں گے۔ دعوی نبوت سے پہلے بھی تمام لوگ آپ کو نہایت سچا پاکباز امانت دار شخص سمجھتے تھے اور تمام لوگ آپ کی بہت عزت اور توقیر کرتے تھے اور امین کہکر پکارتے تھے آپ کی ذات میں عفت وعصمت شرم وحیا بیحد تھی آپ خندہ وکشادہ رو ملنسار ومنصف مزاج صابر وشاکر سخی ومتواضع رحیم حلیم سلیم لا طمع غرضکہ بہمہ صفت موصوف تھے۔

آنحضرت صلعم کو نبوت کا بارہواں سال تھا کہ معراج ہوئی حالت بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ مکہ شریف سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں اور جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا تشریف لیگئے جو نص قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

آپ خاتم النبین ہیں یعنی پیغمبری اور نبوت آپ پر ختم ہوگئی آپ کے بعد جو پیغمبری کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے آپ نے فرمایا کہ "میں پچھلا نبی

ہوں میرے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں۔" چونکہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ سے خداوندتعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل کردی اور اسلام ہرطرح کامل مکمل دین ہوگیا۔ اس لئے حضور صلعم کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ آپ کی نبوت تمام دنیا پر عام ہے یعنی جن و انسان سب پر ہے آپ کا نمونہ تمام دنیا کی تقلید کے لیئے کافی ہے۔

قدم بڑھاؤ ترقی کرو ضرور ولے مگر رسول کے قدموں پہ سر رہے خدا کیلئے

مپندار سعدی کہ راہ صفا توان رفت جز در پئے مصطفےٰ

ہجرت یا آنحضرت صلعم کا مدینہ میں داخلہ ۸ ربیع الاول مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو واقع ہوئی ہے۔ اور اسی سے سال ہجری کا شمار ہوا۔ آنحضرت صلعم بعمر (۶۳) باسٹھ برس گیارہ مہینہ چند روز ۸ یا ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۷ مئی ۶۳۲ء بمقام مدینہ منورہ اعلیٰ علیین کو سفر فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۰ غرض ہر مسلمان کو عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جسقدر رسول اور پیغمبر نازل کئے وہ سب سچے ہیں اور سب سچا پیغام خدا یتعالیٰ کا لائے تھے۔

۵. قیامت کے ساتھ عقائد

آخرت کا عقیدہ اسلام میں فرعی نہیں بلکہ اصول دین سے ہے اس لیئے ہر مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہے تاوقتیکہ وہ اس پر یقین واثق نہ رکھتا ہو۔ آخرت سے منحرف ہوکر انسان اپنے اعمال کی ذمہ داری سے انکار کرتا ہے۔ پھر نہ بدی کا عذاب ہے نہ نیکی کا ثواب۔ قیامت کا دن اس دن کو کہتے ہیں جسدن تمام آدمی اور جاندار مر جائیں گے اور تمام دنیا پہلا صور پھونکتے ہی فنا ہوجائے گی۔

قیامت کا ٹھیک وقت سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اتنا معلوم ہے کہ جمعہ کا دن اور محرم کی دسویں تاریخ ہوگی حضور صلعم نے قرب قیامت کی نشانی بتلائی ہے کہ جب دنیا میں گناہ زیادہ ہونے لگیں اور لوگ اپنے ماں باپ کی نافرمانی اور ان پر سختیاں کرنے لگیں۔ اور امانت میں خیانت اور گانے بجانے ناچ رنگ کی زیادتی ہو جائے پچھلے لوگ پہلے بزرگوں کو برا کہنے لگیں بے علم اور کم علم لوگ پیشوا بنجائیں کم درجہ کے لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں۔ ناقابل لوگوں کو بڑے بڑے عہدے ملنے لگیں" وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلعم نے قیامت کے متعلق جس قدر نشانیاں بتلائی ہیں وہ سب پوری ہوں گی۔ جیسے پیدا ہونا حضرت امام مہدیؑ کا اور خروج دجال کا اور نزول حضرت عیسیٰؑ اور قتل دجال اور خروج یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض اور آنا عذاب دخان کا اور طلوع ہونا آفتاب کا مغرب سے اور بند ہونا دروازہ توبہ کا اور دھنسنا زمین کا اور گھیرلانا آگ کا تمام آدمیوں کو ملک شام میں وغیرہ سب حق ہے

۶۔ عقائد تقدیر ہر بات اور اچھی بری چیز کے لئے خدا تعالیٰ کے علم میں ایک اندازہ مقرر ہے نیکی بدی۔ برائی بھلائی کا پیدا کرنیوالا ہے لیکن نیکی سے راضی اور بدی سے ناخوش ہوتا ہے اسی نے بندوں کو سمجھ اور ارادہ عطا کیا ہے جس سے وہ ثواب گناہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں۔ مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ اور خدا جس کو گمراہ کرے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا اور جسے وہ راہ راست پر لادے کوئی اسے گمراہ نہیں کرسکتا۔ تقدیر اسی کو کہتے ہیں۔ اور

مسلمان کو عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر برائی بھلائی ایک اندازہ سے پیدا کی ہے۔

۷۔ موت کے بعد زندہ ہونا

جب اسرافیلؑ دوبارہ صور پھونکیں گے تو سب آدمی و چیزیں ایک وقت مقررہ پر زندہ ہو کر اسکی بارگاہ میں اپنے اعمال وافعال کی سزا و جزا پانے کے لیئے میدان محشر میں حاضر ہوں گے جس روز یہ کام ہوں گے اس دن کو یوم الحشر (جمع کئے جانے کا دن) یوم الجزا اور یوم الدین (بدلہ دینے کا دن) اور یوم الحساب (حساب کا دن) کہتے ہیں۔

عالم آخرت۔ اس حالت میں جب تک آدمی بے تن رہتا ہے اور عالم ملکوت میں بقا رکھتا ہے اس کو عالم قبر اور عالم مثال اور عالم برزخ کہتے ہیں اور جب تن دار ہو گیا تو اسکو عالم محشر اور قیامت وغیرہ کہتے ہیں۔

سکرات الموت فشار قبر حشر اجسام برحق ہے۔

دنیا سے انتقال کے بعد انسان قبر میں ہے اور اس سے مطالبات اور مواخذات جو ہوتے ہیں اس کی تفصیل کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اگر گنہگار ہے تو عذاب قبر ہوگا۔ اور اگر ایماندار ہے تو چین سے رہے گا۔

قبر میں منکر نکیر دو فرشتے بعد مرنے کے مردے سے اس کے خدا رسول اور دین کی نسبت سوال کرتے ہیں اگر مردے نے جواب صحیح دیا تو اس کو بہت آرام و چین ملتا ہے۔ اور اگر جواب صحیح نہیں دیا تو عذاب اور تکلیف میں رہتا ہے۔

قیامت میں جس کو اس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا تو اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا یعنی مومن مسلمانوں کو

نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دئے جائیں گے اور بدکاروں کافروں کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا۔ اور خداوند تعالیٰ بندوں سے سوال کریگا کہ کونسے اچھے اور بُرے کام کئے۔

بُرے بھلے سب قسم کے اعمال **میزان عدالت** میں تولے جائیں گے۔ چنانچہ جس کے نیک اعمال تول میں زیادہ وزنی ہوں گے تو وہ خاطر خواہ عیش (جنت) میں ہوگا۔ اور جس کے اعمال نیک تول میں کم ٹھریں گے اس کا ٹھکانا **دوزخ** ہوگا۔

میدان محشر کی تکالیف اور مصائب سے گھبراکر سب لوگ پیغمبروں کے پاس **سفارش** کے لئے درخواست کریں گے۔ مگر بالآخر ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلعم سفارش فرمائیں گے۔

پل صراط سے گذرنا ہوگا جو کہ دوزخ کے اوپر رکھا جائے گا نیک بندے اپنے اپنے اعمال کے موافق اس پر جلدی سے گذرکر جنت میں جائیں گے اور گنہگار کٹ کر دوزخ میں جا گریں گے۔

جنت ایک عیش دوام کی جگہ ہے بہشتیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی ہر طرح کی نعمتیں وہاں موجود رہیں گی وہ نعمتیں ایسی ہیں جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور وہ انسان کے خیال میں آ بھی نہیں سکتیں۔ کوئی چیز اس کی نہ فنا ہوتی ہے نہ کم۔ یہ محض خدا سے ڈرنیوالے لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے سات نہریں ہیں جنت میں طوبیٰ نامی ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر کوٹھری میں سایہ فگن ہیں بہشت میں **حوریں** (نہایت خوبصورت نوجوان باحیا عورتیں) وغلمان (کمسن خوبصورت بھولے بھالے لڑکے) ہیں سات بہشتیں ہیں

جنت الماویٰ۔ دار المقام۔ دار السلام۔ بیت الخلد۔ جنت النعیم۔ فردوس عدن۔ ایک بہشت جو سب سے اعلیٰ ہے اس کے نام میں اختلاف ہے اور یہی محل تجلی حضور ودیدار ہے۔

بہشتیوں کے پینے کے لیئے حوض کوثر کا پانی جو شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید۔ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ دیا جائیگا۔ رضوان دربان بہشت ہیں۔

دوزخ ایک نہایت مصیبت خیز مقام ہے سانپ بچھو اور طرح طرح کے عذاب گنہگاروں کے لیئے اس میں مہیا ہیں جن لوگوں کو ذرہ برابر بھی ایمان نصیب ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر بہشت میں داخل ہوں گے اور جو لوگ مشرک یا کافر ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان پر طرح طرح کے عذاب ہوتے رہیں گے۔ دوزخ کے سات طبقے ہیں۔ جحیم۔ جہنم۔ سعیر۔ سقر۔ لظیٰ۔ حاویہ۔ حطمہ۔ مالک دربان دوزخ ہیں۔

اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان ہے اعراف حنفیوں کے نزدیک حق ہے جو لوگ نہ مستحق جنت ہیں نہ سزاوار دوزخ اس میں رہیں گے ان کی مایوسی اور اُمید اس بلا کی ہوگی کہ العظمۃ للہ۔ مگر یہ لوگ فضل الٰہی سے آخرکار جنت میں جاویں گے۔

دیگر اعتقادات پیغمبر صلعم کی وفات کے بعد تیس سال تک خلافت راشدہ رہی یہ تیس سال شہادت حضرت علیؓ پر ختم ہوتے ہیں چھ ماہ باقی تھے کہ امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہوئے اور خلافت راشدہ کا خاتمہ آپ کی ذات پر ہوگیا۔

خلیفہ کے معنی قائمقام اور نائب کے ہیں حضور صلعم کے بعد دین کا کام سنبھالنے اور جو انتظامات حضور صلعم فرماتے تھے انہیں قائم رکھنے میں جو شخص آپ کا قائمقام ہوا سے خلیفہ کہتے ہیں۔ خلیفہ وقت غازی عبدالمجید خاں آفندی ہیں۔

چہار یار با صفا کہ خلفاء راشدین و جانشین حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں سب اصحاب سے فاضلتر ہیں ان حضرات کے اسقدر فضائل و مناقب ہیں کہ کسی کے نہیں ہیں۔ اول خلیفہ برحق حضرت ابو بکر صدیق رضؓ دوسرے حضرت عمر فاروق رضؓ تیسرے حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ۔ چوتھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ ان سے عداوت موجب شقاوت دارین اور محبت باعث سعادت کونین ہے۔ ~~

بو بکر کی تکریم نبی کرتے تھے — جو رائے عمر کی تھی وہی کرتے تھے
ترتیب خلافت کے ادب سے لاریب — عثمانؓ کی تعظیم علیؓ کرتے تھے

خلفاء راشدین کے بعد عشرہ مبشرہ یعنی دس اصحاب مندرجہ ذیل ہیں ~~

دہ یار بہشتی اند قطعی — بو بکر و عمر علی و عثماں
سعد است و سعید و بو عبیدہ — طلحہ و زبیر و عبدالرحماں

(بن وقاص — بن ابی زید — بن الجراح — بن عوف)

رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔ یہ خصوصیت بہشت صرف حضرات بالا ہی پر اکتفا نہیں کرتی ہے بلکہ اور حضرات بھی مبشر ہیں۔ حضرت فاطمہ رضؓ سیدۃ النساء اہل الجنۃ۔ حضرت امام حسن و حسین سید الشباب اہل الجنۃ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ۔ حضرت امیر حمزہ سید الشہداء۔ حضرت عباس۔ سلمان۔ صہیب و عمار بن یاسر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ تمام اہل بیت نبی صلعم سے محبت رکھنا۔ اور رسول خدا صلعم کی جسقدر بیبیاں ہیں ان سب کو ام المومنین سمجھنا حق ہے

کیونکہ بغیر اس کے ایمان کامل نہیں ہوتا۔

صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضور صلعم کو دیکھا ہو یا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور ایمان کے اوپر اس کی وفات ہوئی ہو صحابہ کے مرتبے آپس میں کم و زیادہ ہیں اصحاب پیغمبر باقی امت سے فاضل تر و بہتر ہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کی نصرت و اعانت اور دین قویم کی تقویت اور ملت دین کی اقامت کیلئے انہیں پیدا کیا بہت زیادہ حدیثیں ان کی مدح و فضل میں واقع ہوئی ہیں۔ صحابہ کرامؓ سے بغض موجب نقصان ایمان و کینہ ان سے باعث خسران ہر دو جہان ہے۔ اہل سنت والجماعت کی یہ روش ہونی چاہیے کہ صحابہ کرامؓ کو برائی سے نہ یاد کرے اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہے۔

سب سے پہلے مسلمان وہ صحابہ کرامؓ جو واقعہ بدر ۲ھ تک ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگوں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں دیوے تب بھی ان کی برابری پر نہیں پہونچ سکتا" نیز سورہ توبہ پارہ ۱۰ میں ہے کہ مہاجر و انصار میں سے جن لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور نیز وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے ایمان لائے خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں"

مہاجرین ان مسلمانوں کو کہتے ہیں جو اپنا گھر بار چھوڑ کر مکہ معظمہ سے آنحضرت صلعم کے ہمراہ مدینہ منورہ چلے آئے اور مدینہ منورہ کے مسلمان جنہوں نے آنحضرت صلعم اور مہاجرین کی مدد کی انہیں **انصار** کہتے ہیں۔

تابعین ان حضرات کو کہتے ہیں جنہوں نے پیغمبر کے اصحاب میں سے

کسی ایک کو دیکھا اور **تبع تابعین** ان کو کہتے ہیں جنہوں نے تابعین کو دیکھا ہو۔

ولی۔ جو مسلمان خدا تعالیٰ اور پیغمبر صلعم کے حکموں کی تابعداری کرے اور کثرت سے عبادت کرے آخرت کا خیال کا ہو اور گناہوں سے بچتا رہے۔ خدا و رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو تو وہ خدا کا مقرب اور پیارا ہو جاتا ہے اس کو ولی کہتے ہیں۔ کوئی ولی بزرگ۔ غوث صالح شہید نبیوں کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ جو شخص شریعت کے خلاف کام کرتا ہو ہرگز ولی نہیں ہو سکتا۔

مشائخ صوفیا قدس اللہ اسرارہم کہتے ہیں کہ اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم اور باقی ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے توسل اور استمداد ثابت امام حجۃ الاسلام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس کی زندگی میں اس سے وسیلہ چاہتے تھے اس کے مرنے کے بعد بھی چاہ سکتے ہیں۔ یہ موافق دلیل کے ہے۔ کیونکہ بعد موت روح کا باقی رہنا حدیثوں اور اجماع سے ثابت ہے اور زندگی میں اور مرنے کے بعد روح متصرف ہے نہ کہ بدن یوں تو حقیقی متصرف حق تعالیٰ ہے۔

نبیوں اور پیغمبروں سے جو بات خلاف عادت اور مشکل ظاہر ہوتی تو اُسے **معجزہ** اور ولی سے جو بات ظاہر ہو اسے **کرامت** اور اگر خلاف شرع اور بیدین لوگوں سے کوئی خلاف عادت بات ظاہر ہو تو اسے استدراج یا **جادو** کہتے ہیں۔

توبہ۔ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرلیتا اور استغفار کرنے سے معاف کر دیتا ہے۔ دنیا میں سب کی دعائیں قبول کرتا اور حاجتیں روا فرماتا ہے۔

دُعا عبادت ہے۔ الدعاء مخ العبادۃ جیسا کہ عبادات اوقات معینہ پر ہوتی ہیں اسی طرح دعا کے لیئے بھی وقت ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے اُدعونی استجب لکم

ثواب عبادت کا بخشنا۔ دعا کرنا اور صدقہ دینا مُردوں کے لیئے ضروری ہے جس کے بارہ میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ نمازِ جنازہ بھی اسی پر ہے نیز آنحضرت صلعم زیارتِ قبور کے لیئے تشریف لے گئے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دعا رد بلا کرتی ہے اور صدقہ خشمِ الٰہی کی آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے یعنی دنیا میں زندگی اور آخرت میں موت سے تقدیرِ معلق دعا اور صدقہ دینے سے رفع ہو سکتی ہے۔ اولیاء انبیاء کی دعائیں پُر زور اثر کرتی ہیں۔ یہ سب قانونِ الٰہی کے مقابل دوسرے قانون کا عمل کرنا ہے۔ یہ بھی تقدیراتِ الٰہی میں داخل ہیں اس میں کسی صورت سے کوئی قانون نہیں بدلتا" الدعا یرد القضا۔ دعا میں بڑا پر زور اثر ہے۔ اللہ کے علم میں ایک اندازہ ہے وہ ہرگز نہیں بدلتا اندازے کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ دو تقدیریں ہیں ایک بدلتی ہے جیسے کوئی مصیبت ایک نہیں بدلتی جیسے موت

متفرق احکام

دنیا میں مومن کے لیئے پانچ حکم ہیں۔ کسی کو جان سے نہ مارنا۔ قید نہ کرنا۔ مال کو ظلم سے نہ لینا۔ بے سبب شرعی کے دکھ نہ دینا۔ اور بدگمانی نہ کرنا۔ عاقبت میں دو۔ بہشت میں جانا۔ عذاب دوزخ سے چھوٹنا۔ مسلمان کے حقوق مسلمان پر چھ ہیں۔ بیمار کی عیادت کرنا۔ جنازہ میں

حاضر ہونا۔ دعوت قبول کرنا۔ سلام علیک کرنا۔ چھینکنے والے کو یرحمکم اللہ کہنا لیکن جب وہ الحمد للہ کہے تب۔ دو برو اور پیٹھ پیچھے دونو حال میں خیرخواہی کرنا۔

واجبات شرعی سات ہیں۔ عید الفطر کا صدقہ دینا۔ قربانی کرنا وتر کی نماز پڑھنا قرابتیوں کو خرچ دینا ماں باپ کی خدمت کرنا۔ جورو کو خاوند کی خدمت کرنا۔ عمرہ بجا لانا۔

سنت شرعی چھ ہیں۔ ختنہ کرنا۔ بیتر لینا۔ بغل کے بال لینا۔ سر منڈانا یا تمام سر پر بال رکھنا۔ ناخن کٹوانا۔ زیر ناف کے بال مونڈنا۔ آبدست لینا اور استنجا کرنا۔ کلی کرنا۔ پانی ناک میں ڈالنا۔ مسواک کرنا اور دانتوں کو صاف کرنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی سنتوں میں سے دس سنتیں مندرجہ بالا وہ ہیں جو دین اسلام میں بھی سنت ہیں۔

اللہ تعالے نے جن بیس خصلتوں کا قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے جن مسلمانوں میں یہ بیس مندرجہ ذیل خصلتیں ہوں گی وہ عذاب سے بری ہیں اور وہ بہشت میں داخل ہوں گے۔ توبہ کرنیوالے۔ بندگی کرنے والے شکر کرنے والے۔ بے تعلق رہنے والے۔ رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔ حکم کرنے والے نیک کام کا۔ منع کرنے والے بری بات سے۔ احکام اللہ کی پابندی کرنے والے۔ خوشخبری سنانے والے مومنین کو۔ سورہ توبہ پارہ (۱۱) تحقیق مسلمان مرد و عورتیں۔ ایماندار مرد و عورتیں۔ بندگی کرنے والے مرد و عورتیں۔ سچے مرد و عورتیں۔ صبر کرنے والے مرد و عورتیں۔ حرام سے بچنے والے مرد و عورتیں۔ اللہ کے ذکر کرنیوالے

مرد و عورتیں اللہ نے رکھا ہے ان کے واسطے مغفرت اور اجر عظیم" سورہ الاحزاب پارہ ۲۲)

نماز بخشوع پڑہنے والے ۔ نکمی بات پر خیال نکرنے والے ۔ زکوۃ دینے والے ۔ حرام کاری و زنا سے بچنے والے ۔ امانت میں خیانت نکرنیوالے اور عہد کے پورا کرنے والے ۔ نماز قضا نکرنے والے ۔ یہی ہیں میراث لینے والے فردوس کی اور وہ اسی میں رہیں گے ہمیشہ" قرآن مجید)

نماز کے پڑہنے والے وہ جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں اور کسی کام کے سبب نماز اپنی نہیں چھوڑتے وہ لوگ جن کے مال میں حصہ مقرر ہے یعنی جو زکوۃ اور خیرات اللہ کی راہ میں دیتے ہیں ۔ وہ لوگ جو قیامت کے دن کو سچ جانتے ہیں اس دن اعمال کا حساب ہوگا اور نیکی و بدی کی جزا و سزا دیجائیگی ۔ اور وہ لوگ جو پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اسکے حکم پر چلتے ہیں اور عذاب کے خوف سے لاپرواہ نہیں رہتے (قرآن مجید)

اصطلاحات شرعیہ

فرض وہ ہے کہ جس کا حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو یعنی جس میں کچھ شک و شبہ نہو ۔ جیسے پنجوقتہ نماز ۔ روزہ رمضان المبارک حج و زکوۃ یا سیکھنا مسائل ضروری نماز روزہ کا یا سیکھنا قرآنمجید کا بقدر تین آیت چھوٹی یا ایک بڑی آیت کے فرض سے انکار کرنیوالا سب آئمہ کے نزدیک کافر ہے اور نکرنے والا اس کا فاسق و عذاب کا مستحق ہے ۔

فرض کی دو قسمیں ہیں اول **فرض عین** جس کا کرنا ہر شخص کی ذات پر

ضروری ہو جیسے پنجوقتہ نماز وغیرہ دوسرے **فرض کفایہ** جو کچھ آدمیوں کے ادا کر لینے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے۔ اور اگر کوئی نکریں تو سب گنہگار ہوں جیسے نماز جنازہ کی۔ علم فقہ۔ اصول اور حدیث پڑہنا یا قرآن شریف حفظ کرنا۔

واجب وہ ہے کہ دلیل ظنی سے ثابت ہو یعنی جس میں کچھہ شک و شبہ ہو منکر کافر نہیں ہو لیکن نکرنیوالا فاسق و گمراہ مثال واجب عین کی جیسے نماز وتر و عیدین۔ اور واجب کفایہ جیسے غسل میت اور دفن کرنا اسکا۔

سنت وہ ہے جسکو حضرت رسول خدا صلعم نے یا صحابہ کرام نے کیا ہو یا کرنیکا حکم فرمایا ہو جسکو سنت قولی کہتے ہیں اور جسکو خود کیا ہو اور کرنیکو نفرمایا ہو اسکو سنت فعلی اور جس کو کرتے دیکھے اور منع نفرمایا اس کو سنت تقریری کہتے ہیں۔ سنت کی دو قسمیں ہیں **سنن ہدیٰ** اور **سنن زوائد**۔

سنن ہدیٰ وہ ہے کہ عبادات میں مسنون ہو سنن زوائد وہ ہے کہ عادات وغیرہ میں مشروع ہو جیسے آداب کھانے پینے کے **سنن ہدیٰ** دو قسم پر ہے ایک **موکدہ** وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہمیشہ اس فعل کو کیا ہے اور کبھی ترک بھی کیا ہے اور حکم اسکا یہ ہے کہ تارک اسکا مستحق عذاب الٰہی کا ہوگا جیسے جماعت اذان اقامت و سنت فجر وغیرہ دوسرے سنت **غیر موکدہ** وہ یہ ہے کہ پیغمبر صلعم نے ثواب اسکا بیان فرمایا ہو اور آپنے کبھی کیا ہو اور کبھی نہ کیا ہو یا کسی کے کرنے پر راضی ہوئے ہوں یہ مثل نفل و مستحب کے ہے کہ کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرے تو عذاب نہیں ہے۔ جیسے رکوع اور سجود میں طول دینا

وغیرہ اور اسی کو سنت مستحبہ بھی کہتے ہیں اور اطلاق مستحب کا بزرگان دین کے فعل پر بھی آیا ہے مستحب وہ ہے کہ جسے رسول اللہ صلعم نے کبھی کبھی کیا ہو اور صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور علماء کرامؒ نے اسے اچھا سمجھا ہو کرنے والے کو ثواب ہے تارک پر کچھ عذاب نہیں۔ جیسے عصر کی سنت۔

سنت کفایہ جیسے اعتکاف اخیر عشرہ رمضان شریف۔

مباح وہ ہے کہ اس کے کرنے کا ثواب اور نہ اس کے کرنے سے عذاب جیسے اچھا کھانا پہنا وغیرہ۔

افضل وہ ہے کہ جس کے کرنے کی اجازت شارع کی طرف سے بلا تعین زمان مکان اور مقدار کے ہو اور اسکے فاعل کو ثواب ہے اور تارک کو کچھ گناہ نہیں۔

(**نوٹ**) جو چیز فرض اس کا جاننا فرض جو واجب اس کا جاننا واجب اور جو سنت اسکا جاننا سنت۔

حلال وہ ہے کہ جس کی حرمت یا کراہت پر کوئی دلیل نہ ہو بلکہ بعض اوقات اس کی حلت پر کوئی دلیل وارد ہوئی ہو جیسے حلال ہونا غیر محرمات کا نکاح ہے۔ حلال کا اطلاق فرض و واجب پر بھی ہوتا ہے مباح کا ہی نہیں ہے۔

حرام وہ جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو نکرنا اسکا ثواب اور کرنیوالا اس کا فاسق اور عذاب کا مستحق اور اسکا حلال جاننا باتفاق کفر ہے جیسے زنا کرنا۔ سود کھانا۔ شراب پینا۔ جوا کھیلنا وغیرہ

مکروہ جس کا نکرنا اس کے کرنے سے افضل و اعلیٰ ہو اس کی دو قسمیں ہیں مکروہ **تحریمی و تنزیہی**۔

مکروہ تحریمی وہ ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر نہیں مگر کرنیوالا اس کا گنہگار

مکروہ تنزیہی وہ ہے کہ جس سے بچنا بہتر اور ثواب ہے۔

مفسد وہ کہ جو عمل شرعی کو بگاڑتا ہے اور اگر اس کو قصداً کرے تو موجب عذاب ہے اور اس عمل کو باطل کرتا ہے

نوٹ) حرام ضد فرض کا۔ مکروہ تحریمی یا کبیرہ بمقابلہ واجب کے مکروہ تنزیہی یا صغیرہ بمقابلہ سنت غیر موکدہ۔ اساءت و برائیاں بمقابلہ سنت موکدہ اور ترک اولی کی ضد مستحب مندوب ہے اور مباح تنہا ہے کہ اسکا کرنا نکرنا مساوی ہے۔

ختم

جب یہ رسالہ لکھا جا چکا تو ایک اور تحریر مولانا زاہد القادری صاحب نے لکھکر دی، جو عقائد اسلام سے تعلق رکھتی ہے میں اسکو بھی درست کرنے کے بعد اس رسالہ کے آخر میں شریک کر دیتا ہوں، تاکہ جو مسائل اس رسالے میں اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے ہوں وہ اس آخری ضمیمہ سے صاف ہو جائیں اور مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکے، اگرچہ ضمیمہ میں بھی وہی مسائل ہیں جن کا بیان ہو چکا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات وقت ضائع کرنے کی نہیں ہوگی بلکہ مکرر پڑھنے سے مسائل اور اچھی طرح یاد ہو جائیں گے۔

میری درخواست ہے کہ پڑھے لکھے مسلمان ناواقف مسلمانوں کو یہ مسائل اچھی طرح سمجھا سمجھا کر سنایا کریں کہ اس رسالہ کی اشاعت کا یہی مقصد ہے کہ ناواقف مسلمان اسلام کے ضروری عقائد سے آگاہ ہوں اور مرتد کرنیوالے حریفوں کا اپنی ناواقفیت کے سبب شکار نہ ہو سکیں۔ حسن نظامی

دستور اساسی نومسلم دارالاقامہ پرتاب گڈھ (اودھ)

چونکہ ابھی تک نومسلمین کی تعلیم مذہبی و ذرائع معاش وغیرہ کا کسی انجمن نے بخوبی انتظام نہیں کیا ہے اس لیے یہ نومسلم دارالاقامہ بغرض تبلیغ و تحفظ و اصلاح نومسلمین قائم کیا جاتا ہے۔ جو بنک کے سود کے روپیہ سے چلایا جاوے گا۔

نام

(۱) اس کا نام نومسلم دارالاقامہ ہوگا۔

(۲) فی الحال صدر دارالاقامہ پرتابگڈھ (اودھ) میں کھولا جاتا ہے اس کی شاخیں ہندوستان کے ہر صوبہ میں حسب ضرورت قائم کیجاویگی۔

اغراض و مقاصد

(۳) اس میں خاص کر نومسلمین کی دینی اخلاقی۔ عقلی۔ جسمی۔ تعلیمی اجتماعی و اقتصادی بہبودی و سعادت کے لیے کوشش کیجاویگی۔

ذرائع تکمیل

(۴) (الف) بنک کے سود کے روپیہ سے یہ نومسلم دارالاقامہ چلایا جائے گا۔

(ب) اوقاف۔

(ج) زکوٰۃ و صدقات۔

محمد ریاست علیخاں لکھپر نظامی۔ کوٹی منتظم اعلیٰ نومسلم دارالاقامہ پرتابگڈھ (اودھ)

ضمیمہ رسالہ

اسلام کے ضروری عقائد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اسلام" کے پانچ ارکان ہیں جو ہر مسلمان کو یاد رکھنے ضروری ہیں۔

اوّل۔ "کلمۂ شہادت" کو صدق دل سے پڑھنا اور معنی سمجھنا اور سات چیزوں پر ایمان لانا۔

دوم۔ "نماز" راتدنیں پانچ وقت کی پڑھنا۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا۔

سوم۔ سال بھر میں ایک مہینے کے "روزے" رکھنا اور وہ مہینہ رمضان کا ہے۔

چہارم۔ سال میں ایک مرتبہ اپنے مال میں سے چالیسواں حصّہ "زکوٰۃ" دینا۔

پنجم۔ اگر مقدور ہو تو تمام عمر میں ایک مرتبہ کعبہ شریف کا "حج" کرنا۔

یہ پانچ چیزیں خدا تعالیٰ نے ہر مسلمان عاقل اور بالغ پر فرض کی ہیں۔

وہ سات چیزیں جن پر ہر مسلمان کو ایمان لانا ضروری ہے یہ ہیں:۔

اٰمنتُ باللّٰہِ وملٰئکتِہٖ وکتُبِہٖ ورُسُلِہٖ والیَومِ الاٰخرِ والقدرِ خیرِہٖ وشرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تعالیٰ والبعثِ بعدَ الموتِ۔

ترجمہ:۔ ایمان لایا میں "اللہ" پر اور اللہ کے "فرشتوں" پر۔ اور اللہ کی "کتابوں" پر اور اللہ کے "رسولوں" پر اور "قیامت کے دن" پر اور تقدیر کی "بھلائی اور برائی" پر کہ

وہ اللہ کی طرف سے ہے اور "مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے" پر۔

کلمہ شریف

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُس کے بندے ہیں اور اُس کے رسول ہیں۔

ایمان کی تعلیم

سوال ۔ ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب ۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ خدا کی طرف سے لائے اُسے دل سے سچ جاننا اور زبان سے اُس کی سچائی کا اقرار کرنا۔

سوال ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب ۔ خدا پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے ہونے کا یقین کیا جائے زبان سے اقرار اور قلب سے تصدیق کی جائے کہ بے شک وہ زمین و آسمان کا خالق ہے۔ اس کے بعد اس کی وحدانیت پر یقین کیا جائے کہ بلاشبہ وہ واحد و یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں وہ بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں، تمام مخلوق کو اُسی نے پیدا کیا ہے۔ اور ہر جاندار کو وہی رزق عطا فرماتا ہے، ہر بات پر اُسکو قدرت حاصل ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اُسکی مشیت میں کسی کو دخل نہیں ہے۔ وہ بے مثل ہے، بے جسم ہے، ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ سے مبرا ہے، لیکن سب کچھ دیکھتا ہے

اور سب کچھ سُنتا ہے اور خود اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ نہ آسمانوں میں رہتا ہے نہ زمینوں میں، بلکہ ہر جگہ موجود ہے۔ دنیا میں اُس کو دیکھنے کی کسی کی مجال نہیں، ہاں قیامت کے دن چشم بصیرت رکھنے والے اس کا جلوہ دیکھینگے۔ اس کا دنیا میں نظر نہ آنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بہت سی چیزیں ہیں جن کے وجود کا ہر ذی عقل کو اقرار ہے لیکن نظر نہیں آتیں۔ مثلاً "ہوا" ہے، کسی کو نظر نہیں آتی۔ "روح" ہے اور اس کا تسلط تمام جسم پر ہے، لیکن کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ کا تسلط بھی تمام زمین و آسمان میں ہے، وہ ہر جگہ موجود ہے لیکن نظر نہیں آتا۔ ہر مسلمان کو دلی یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تمام صفات کمالیہ بدرجۂ اتم موجود ہیں اور اس کی ذات تمام نقائص و عیوب سے پاک ہے۔ اس کا قیام خاص اس کی ذات سے ہے، حیات، علم، قدرت، ارادہ، سماعت، بصارت، اور تکلم ہر قسم کی قوتیں اس کو حاصل ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ خدا کی ذات تمام مخلوقات سے ممتاز ہے، جب کچھ نہ تھا تب بھی وہ موجود تھا اور جب کچھ نہ رہیگا تب بھی وہ موجود رہیگا۔ خدا تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا، نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا ہے، خدا کا علم اور اس کی قدرت اور اس کا ارادہ اور اس کی حیات اور اس کا سُننا، اور دیکھنا اور کلام کرنا ہمارے علم اور ہماری طاقت اور ہمارے ارادے، ہماری حیات اور ہمارے سننے دیکھنے اور کلام کے مشابہ نہیں ہے خدا تعالیٰ کی صفات اور بندوں کی صفات میں بہت بڑا فرق ہے۔ خدا کے افعال، مخلوقات کے افعال سے بالکل مشابہت نہیں رکھتے خدا تعالیٰ سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ بغیر واسطہ اور بغیر اعضا، اور بغیر امداد اوزاروں کے وقوع میں آتے ہیں، خدا تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے فقط لفظ "کُنْ" کہہ دینے سے وہ پردۂ عدم سے وجود میں آجاتی ہے، علاوہ ازیں خدا تعالیٰ

جو کسی شے کو موجود کرتا ہے اس کی طرف اس کو احتیاج نہیں ہوتی بلکہ محض اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کے لیے وہ کسی کو موجود یا معدوم کرتا ہے۔ خدا کا کوئی کام بے فائدہ نہیں ہوتا اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ حکیم ہے۔

خدا کی حیات ہماری جیسی زندگانی نہیں ہے، ہماری زندگی تو بہت سے وسائط پر موقوف ہے جیسے کہ خون کا دوران اور سانس کی آمدورفت اور کھانے پینے کی ضرورت وغیرہ۔ خداتعالیٰ کی زندگی کسی واسطہ پر موقوف نہیں ہے اس کی زندگی قائم اور باقی ہے۔ وہ ازلی و ابدی زندہ ہے۔

خداتعالیٰ کا کوئی نظیر و مثیل اور کوئی مقابل نہیں کیونکہ اگر عالم میں دو خدا ہوتے تو یہ عالم کا کارخانہ کبھی کا درہم برہم ہو جاتا۔ دو خود مختار ایک عالم میں نہیں ہو سکتے، اور جو دوسرا تابع ہو وہ خدا ہونے کے لائق نہیں۔

سوال۔ کیا خدا تمام چیزوں کو باعتبار ظاہر و باطن کے جانتا ہے؟

جواب۔ ہاں بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اور وہ تمام اشیاء کو باعتبار ظاہر اور باطن کے جانتا ہے وہ ریت کے تمام ذروں اور بارش کے تمام قطروں اور درختوں کے تمام پتوں اور ان کے رگ و ریشہ تک کو جانتا ہے۔ اور ہر ایک پوشیدہ و مخفی چیز سے واقف ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، اور اس کا علم نیا نہیں ہے بلکہ دونوں عالم کی تمام اشیاء کو ان کے وجود سے پیشتر جانتا ہے۔

سوال۔ کیا خداتعالیٰ ہر بات پر قادر ہے، اور کوئی بڑے سے بڑا کام اس کی قدرت سے باہر نہیں؟

جواب۔ بلاشک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ اور اس کی قدرت کے سامنے چیونٹی سے لیکر ہاتھی تک اور ذرہ سے لیکر پہاڑ تک کا پیدا کرنا برابر ہے اور وہ لحظہ بھر میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی مانند پیدا کر دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ ایسے ہی وہ ایک

لمحہ میں تمام آسمانوں اور زمینوں کے درہم برہم کردینے پر قادر ہے۔
سوال۔ کیا کوئی چیز بغیر خدا کے ارادے کے وقوع میں نہیں آتی ؟
جواب۔ ہاں کوئی شے بغیر اُس کے ارادے کے وقوع میں نہیں آسکتی۔ جس چیز کا وہ ارادہ کرتا ہے وہ ہو جاتی ہے۔ اور جس کا وہ ارادہ نہ کرے اُس چیز کا ہونا کسیطرح ممکن نہیں۔
سوال۔ کیا اللہ ہر ایک کی بات سنتا ہے ؟
جواب۔ بے شک وہ سمیع ہے۔ ہر ایک کی سنتا ہے، خواہ وہ پکار کر کہے یا پوشیدہ طور پر کہے۔ وہ صاف پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز کو سُنتا ہے۔ لیکن اُس کا سننا مثل ہمارے سننے کے نہیں کیونکہ ہمارا سننا کان کے ذریعہ سے ہے اور اس کا سُننا کسی وسیلہ پر موقوف نہیں مگر اس کی حقیقت کا علم اسی کی ذات کو ہے۔
سوال۔ کیا اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے ؟
جواب۔ ہاں وہ ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے حتیٰ کہ اندھیری رات میں سیاہ چیونٹی چلتی ہے یا اس سے بھی کوئی چھوٹی چیز ہو تو وہ اس کو بھی دیکھتا ہے۔ زمین کے اوپر یا نیچے یا آسمانوں پر یا اُن سے علاوہ کوئی چیز ہو اس سے مخفی نہیں۔ لیکن اس کا دیکھنا ہمارا جیسا دیکھنا نہیں کیونکہ ہمارا دیکھنا آنکھ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے۔
سوال۔ کیا خدا کلام بھی کرتا ہے ؟
جواب۔ خدا کے کلام کی نسبت ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم یعنی کلام کرنے والا ہے۔ لیکن اُس کا کلام ہمارا جیسا کلام نہیں۔ کیونکہ ہمارا کلام بواسطہ دہن وزباں اور لبوں کے ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا کلام بغیر ان آلات کے ہے اور اس کا کلام غیر مخلوق ہے، اور ہمارا کلام مخلوق یعنی اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

سوال۔ جن صفتوں سے خدا کا متصف ہونا محال ہے وہ کیا ہیں؟
جواب۔ وہ یہ ہیں کہ :۔ اللہ تعالیٰ کبھی ہٹ نہیں سکتا۔ اس کو فنا نہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ کوئی اُس کی ذات وصفات میں شریک نہیں ہو سکتا۔ وہ عاجز نہیں ہے انجان نہیں ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ غرضکہ وہ تمام صفات نقصان سے پاک ہے۔

سوال۔ خدا تعالیٰ کو انسان کی کن باتوں پر تصرف حاصل ہے؟
جواب۔ خدا کو انسان کی تمام باتوں پر تصرف حاصل ہے۔ مخلوقات کی حالت میں جس قدر تغیر و تبدل ہوتا ہے وہ سب منجانب اللہ ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا غنی ہونا۔ فقیر ہونا۔ معزز ہونا یا ذلیل ہونا۔ تندرست ہونا۔ یا بیمار رہنا۔ جاہل ہونا یا عالم ہونا۔ وغیرہ۔

سوال۔ فرشتوں پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟
جواب۔ یہ کہ تمام فرشتے لطیف الجسم ہیں، اور نور سے ان کی پیدائش ہے۔ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ اُن میں علامت مرد اور عورت ہونے کی ہے۔ وہ خدا کے معزز بندے ہیں جو اُن کو خدا تعالیٰ کا حکم پہنچتا ہے اُس میں نافرمانی نہیں کرتے بلکہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ملتا ہے۔ بجز پیغمبروں کے ان کو اصلی صورت پر کوئی نہیں دیکھ سکتا اس لیے کہ وہ لطیف الجسم ہیں۔ ذرا اِس بات پر غور کرو کہ "ہوا" اُن سے کہیں کثیف الجسم ہے لیکن ہماری نظر ہوا کے دیکھنے سے بھی قاصر ہے۔ بلکہ پانی کے کیڑے جو بہت چھوٹے ہوتے ہیں وہ بھی ہم کو نظر نہیں آتے۔

سوال۔ فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟
جواب۔ فرشتوں کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ انسان کیا جان سکتا ہے۔ انسان کو تو اپنے بدن کے رونگٹوں کی تعداد بھی معلوم نہیں۔ حالانکہ وہ

ہر وقت ان کو دیکھتا ہے۔

سوال۔ فرشتوں کو کیا کیا خدمتیں سپرد ہیں اور وہ کیا کیا کام کرتے ہیں؟

جواب۔ بعض فرشتوں کو تو پیام رسانی کی خدمت سپرد ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو وقتاً فوقتاً پیغامات پہنچاتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور بعض فرشتے بندوں کی حفاظت کا کام انجام دیتے ہیں۔ اور بعض فرشتے خدا کے بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ اور بعض جنت اور اس کی نعمتوں پر مقرر ہیں، اور بعض دوزخ اور اس کے عذاب پر متعین ہیں، اور بعض صرف تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تحمید میں مصروف رہتے ہیں۔

سوال۔ آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب۔ آسمانی کتابوں سے مراد وہ تمام کتابیں اور صحائف ہیں جن کو اللہ نے نازل کیا ہے۔ مثلاً **قرآن مجید** کہ جو ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، اور توریت زبور، انجیل اور وہ تمام صحائف جو مختلف پیغمبروں پر نازل ہوئے، ان کے متعلق یقین کرنا چاہیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو پیغمبروں پر نازل فرمایا تاکہ لوگ ہدایت حاصل کریں۔

سوال۔ توراۃ۔ زبور۔ انجیل کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیے؟

جواب۔ توراۃ۔ زبور۔ انجیل کے جو اصلی نسخے ہیں وہ بے شک اللہ کے نازل کیے ہوئے ہیں۔ لیکن آجکل جو اہلِ کتاب فرقوں کے پاس نسخے پائے جاتے ہیں وہ محرّف ہیں اور خود غرض لوگوں نے ان میں بہت کچھ تحریف کر دی ہے۔ یعنی گھٹا بڑھا دیا ہے۔

سوال۔ کیا قرآن شریف کو تمام آسمانی کتابوں پر کچھ شرف حاصل ہے؟

حضرت الیاس علیہ السّلام حضرت یوسع علیہ السّلام حضرت یونس علیہ السّلام
حضرت ذکریا علیہ السّلام ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام
اور ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم ۔
ان کے اسماءِ شریف کا یاد کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری اور باعثِ برکت ہے۔
یہ بزرگ علاوہ نبی ہونے کے رسول بھی تھے ۔

سوال ۔ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے ؟

جواب ۔ "نبی" کی تعریف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو صراطِ مستقیم پر قائم فرما کر اپنی رضامندی اور ناراضگی کے کاموں پر مطلع فرمائے ، اگرچہ اُس کو یہ حکم نہ ہو کہ یہ باتیں تم دوسروں کو بھی پہنچاؤ ، اگر دوسروں کو ہدایت کرنے کا حکم بھی ملا تو نئی کتاب اور نئی شریعت عطا نہیں فرمائی بلکہ کسی رسول کی پیروی اور اتباعِ شریعت کا حکم دیا گیا ۔

"رسول" کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو شریعت عطا فرماتا ہے اور اُس پر جدید احکام نازل فرماتا ہے ، دوسروں کو عذابِ آخرت سے ڈرانا اور راہِ راست بتلانا اس کا فرض ہوتا ہے ۔ ہر رسول کو نبی (خبر پہنچانے والا) کہہ سکتے ہیں لیکن ہر نبی کو رسول نہیں کہہ سکتے ۔

سوال ۔ پیغمبروں پر کون کون سے امور واجب ہوتے ہیں ؟

جواب ۔ اُن پر جو امور واجب ہوتے ہیں وہ یہ ہیں :-

اوّل "صدق" دوم "امانت" سوم "تبلیغ" چہارم "فطانت"

نبیوں کے حق میں "صدق" کے یہ معنی ہیں کہ اُن کا خبر دینا مطابق واقع کے ہو ۔ ان سے ہرگز ہرگز یہ ممکن نہیں کہ ان کی کوئی خبر امورِ دینی یا دنیوی میں کیسی ہی ہو وہ غیر مطابق واقع کے ہو ۔ ان کے بارے میں "امانت" کے یہ معنی ہیں کہ ان کا ظاہر و باطن بہمہ وجوہ

اس امر سے محفوظ ہو کہ اُن سے کوئی قول یا فعل اپنی ذاتی خواہش سے سرزد ہو، بلکہ جو کچھ ان کو خدا کی طرف سے حکم ہوتا ہے۔ وہی کہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنی تمام مخلوقات میں پسند فرمایا ہے، اور اُن کے باب میں "تبلیغ" کے یہ معنی ہیں کہ جس حکم کو خدا تعالیٰ نے ان کو پہنچانے کی غرض سے دیا ہو اس کو وہ نہایت صاف طور سے پہنچائیں، گو کیسی ہی مخالفت کی آگ بھڑک جانے کا اندیشہ ہو۔ کتمان کو تبلیغ میں وہ بالکل راہ نہیں دیتے، اُن میں "فطانت" کے یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ باعتبار اپنی پیدائش کے بڑے دانا اور نہایت سمجھدار اور تیز ہوش ہونے میں سب سے زیادہ اعلیٰ درجہ پر ہوں چنانچہ تمام انبیا علیہم السّلام ان ہی صفات جمیلہ سے بدرجہ اتم موصوف تھے۔

سوال - وہ افعال جن کا پیغمبروں میں پایا جانا محال ہے کون کون سے ہیں؟

جواب - وہ یہ ہیں:- جھوٹ۔ خدا کی نافرمانی، حق پوشی۔ غفلت۔ علاوہ ان چار چیزوں کے ایسے امور کا ہونا بھی انبیاء میں محال ہے جنکو عرفِ عام میں لوگ معیوب سمجھتے ہوں اگرچہ وہ عند اللہ گناہ نہ ہوں۔ جیسے ذلیل پیشہ یا حقیر نسب اور وہ صفتیں بھی انبیاء میں ہرگز نہ پائی جائینگی جو اُن کے مبعوث ہونے کی حکمت کے خلاف ہوں جیسے گونگا یا بہرا ہونا۔

انبیاء علیہم السلام کے لیے جو لوازماتِ بشری ہیں: وہ حاصل ہوتے ہیں جیسے کھانا، پینا، بھوک، پیاس کا احساس۔ گرمی اور جاڑے کا لگنا، اور امراض بدنی کا لاحق ہونا۔ راحت کا لینا، اور تکان کا پیدا ہونا۔ اور تندرستی کا حاصل ہونا۔ سونا۔ جاگنا پیشاب، پاخانہ کی ضرورت ہونا۔ تجارت یا کوئی اور پیشہ کرنا جس میں ذلت اور کمینہ پن نہ ہو کیونکہ انبیاء علیہم السّلام بشر ہوتے ہیں، جو چیزیں لوازم بشریت سے ہوں وہ سب اُن میں پائی جائیں گی۔ بشرطیکہ لوازم بشریت میں کوئی امر ایسا نہ ہو جس سے انبیا علیہم السّلام کے مرتبہ کی اہانت ہو یا کوئی بُرائی اُن کی طرف عائد ہو۔

سوال ۔جب انبیاء علیہم السّلام ہر ایک گناہ اور عیب سے پاک ہوتے ہیں تو پھر ان کو امراض کیوں لاحق ہوتے ہیں ؟

جواب ۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام بہترین خلائق ہوتے ہیں اور ہر ایک عیب سے ان کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے مگر ان کو امراض و آلام اس حکمت کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں کہ ان کا استقلال اور ثبات خدا کی فرمانبرداری میں خلقت پر ظاہر ہو اور ان تکالیف کے برداشت کرنے سے ان کے درجات میں ترقی ہو اور ان کے اخلاص مندوں کو مصیبت کے وقت تسکین ہو اور وہ لوگ اس امر کو خوب جان لیں کہ یہ دنیا مصائب اور امتحان کا گھر ہے ۔ نیز یہ بھی حکمت ہے کہ ان کے معجزات دیکھکر ناقصُ العقل معتقدین ان کو خدا نہ کہنے لگیں۔

بہر حال انبیاء کے متعلق ہمیں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ تمام اوصافِ جمیلہ سے متصف اور تمام افعال و اقوال ذمیمہ سے پاک ہیں اور عوارضِ بشریہ ان کو بھی لاحق ہوتے ہیں۔

تمام انبیاء اصولِ دین میں متفق ہوتے ہیں آپس میں مختلف نہیں ہوتے ۔ مثلاً توحید ۔ عبادت الٰہی ۔ دنیا سے بے رغبتی ، آخرت کی جزا و سزا کو ہر ایک نبی بیان کرتا چلا آیا ہے ۔ اور کچھ جزوی اختلاف شریعتوں کے بعض احکام میں ہے وہ بسبب مصلحتِ اوقات ، اور بوجہ اختلافِ اقوالِ اقوام ہوتا ہے ۔ کیونکہ دین ایک اصل چیز ہے اس میں اختلاف کا ہونا بالکل ممکن نہیں اور احکامِ شرعیہ اسکی فروعات ہیں ۔ اس میں بسبب اقتضاء مصلحت و حکمت خداوندی اختلاف ممکن ہے ۔ کیونکہ ہر نبی کی اُمت کا زمانہ جُدا تھا اور اُس زمانہ کے لوگوں کی عادتیں اور طبیعتیں جُدا تھیں اس لیے اختلاف کا ہونا کچھ قابلِ تعجب نہیں ہے ۔

سوال ۔ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں کیا کیا خصوصیتیں

ہیں ؟

جواب۔ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات یہ ہیں کہ:۔

آپ تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔ اور آپ کی رسالت کسی محدود طبقہ کیلیے نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے لیے ہے۔ آپ خاتم الانبیا ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئیگا۔

سوال۔ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء کیوں ہوئے ؟

جواب۔ خاتم الانبیاء اس وجہ سے ہوئے کہ آپ کی شریعت میں وہ تمام امور اعلیٰ مرتبہ پر پائے جاتے ہیں کہ جن پر خلقت کی ہدایت کا دار و مدار ہے۔ رسولوں کے بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے کہ وہ خلقت کو خالق کی عبادت کی طرف بلائیں اور امورِ معاش و معاد کی اصلاح کی ہدایت فرمائیں اور جو امور ان کی ظاہری نظروں سے پوشیدہ ہیں یا ان کی فکروں سے بالاتر ہیں اُن سے مطلع فرمائیں۔ اور خدا کی وحدانیت اور اس کی یکتائی اور اس کی عبادت اور بندگی کے استحقاق کو ایسے پُر زور دلائل اور اعلیٰ پایہ کی حجتوں سے ثابت کر دیں کہ اس میں کسی کو کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔ قبول اسلام میں بجز عنادِ طبعی کے اور کوئی امر مانع نہ ہو۔ چونکہ یہ تمام امور ہمارے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں بدرجۂ اکمل موجود تھے، اس لیے آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ آپ کی شریعت میں ہر زمانہ اور ہر قوم کی ہدایت اور کفالت موجود ہے اسی لیے آپکی رسالت عام ہے اور آپ باعتبار اپنی خلقت اور اخلاق کے تمام مخلوقات سے بالاتر ہیں، اور نیز آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے باعتبار کمال اور جامعیت کے فائق تر ہے۔

اِن تمام وجوہ کی بنا پر جو بیان کیے گئے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

"خاتم الانبیاء" ہوئے۔

سوال حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کا قریب قیامت کے دنیا میں آنا اسلامی عقائد میں داخل ہے، پھر آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء کیونکر ہوئے؟

جواب۔ ہاں اگرچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آخر وقت میں آسمان سے نزول فرمائینگے لیکن تاہم وہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے تابع ہونگے، کیونکہ اُن کی شریعت اُن کے وقت گزرنے اور رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے منسوخ ہوچکی ہے، جو خدا تعالیٰ نے اس وقت کی مصلحت کے لحاظ سے بھیجی تھی، اب اس حالت میں حضرت عیسےٰ علیہ السّلام ہمارے حضرت کے بطور خلیفہ کے ہونگے، جو شریعت محمدی پر لوگوں کو چلائینگے۔ پس اس صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی "**خاتم الانبیاء**" ٹھہرے۔

سوال۔ روزِ قیامت" پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب۔ روزِ قیامت پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ اس بات پر دل سے یقین رکھے کہ ایک روز جزا و سزا کا ضرور آئیگا اور جو جو چیزیں اعمالِ دنیوی کی جزا و سزا کے متعلق قرآن مجید یا احادیث میں مذکور ہیں وہ سب حق ہیں۔ آخرت کی نسبت یہ عقائد ضروری ہیں کہ سب سے اوّل بعد مرنے کے قبر میں منکر نکیر سوال وجواب کرینگے ان کو ٹھیک جواب دینے سے قبر میں ہر طرح کا آرام ملے گا، اور ٹھیک جواب نہ دینے سے طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار رہوگا۔ پھر محشر میں ہر ایک شخص اپنے بدن سمیت اُٹھے گا اور دنیوی اعمال کا حساب ہوگا، اور میزانِ عدل میں اعمال تولے جائیں گے، نیک آدمیوں کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیے جائینگے، اور بدکاروں کے بائیں ہاتھ میں، اور پُلِ صراط پر سب کو گزرنا ہوگا۔ ایمان والے جنت میں داخل ہونگے اور کافر دوزخ میں جھونکے جائینگے۔

جب آدمی قبر میں رکھا جائیگا تو اس کی روح بدن میں بحکم الہی واپس آجائیگی جس سے وہ بات سمجھ سکے۔ اور جواب دے سکے، اس کے بعد دو فرشتے جن کا نام منکر نکیر ہے نہایت مہیب شکل کے قبر میں آئینگے۔ اور مردہ کو بٹھا کر خدا کی ذات اور دین برحق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت سوال کرینگے اور جو احکام حقتعالےٰ نے بندوں پر فرض کیے ہیں ان کے ادا کرنے کی نسبت پوچھیں گے، اگر یہ شخص مومن تھا اور دنیا میں احکام الہی بجالاتا تھا تو توفیق الہی سے جملہ سوالات کے جوابات برجستہ دے گا اور اس کے دل پر منکر نکیر کا بالکل خوف طاری نہ ہوگا اور نورِ ایمان کے سبب اس کو کسی قسم کا اضطراب نہ ہوگا۔ جبکہ وہ توفیق الہی سے پورے پورے جوابات دے چکے گا اُس وقت اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیگا۔ تب اس کو حور و قصور نظر آنے لگیں گے اور جنت کی طرف ایک دریچی کھول دی جائے گی جس میں طرح طرح کی خوشبوئیں اور روح افزا ہوائیں آنے لگیں گی، اس وقت اس سے کہا جائے گا کہ یہ نعمت و راحت تم کو اس لیے دی گئی ہے جو کہ تم دنیا میں صراط مستقیم پر قائم رہے تھے اور نیک کام کرتے تھے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا خیال رکھتے تھے۔ اور اگر یہ شخص دنیا میں کافر تھا یا منافق تھا تو منکر نکیر سے اس قدر رعب طاری ہوگا کہ سب کچھ بھول جائیگا اور کسی سوال کا ٹھیک جواب نہ دے سکے گا۔ ہر سوال کے جواب میں یہی کہے گا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اس وقت منکر نکیر اس کی آنکھوں سے پردہ دور کر دینگے۔ تب اس کو جہنم کی آگ نظر آئیگی اور ایک کھڑکی کھول دی جائیگی جس میں سے نہایت گرم ہوا، سخت بدبو کہ جس سے دماغ پھٹ جائے آتی رہیگی اور وہ شخص قیامت تک طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا رہیگا۔ اور اس سے کہا جائیگا کہ یہ عذاب قبر تجھکو کفر اور نفاق کی شامت سے اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنے سے دیا گیا ہے۔

سوال۔ اگر کسی شخص کو درندہ پھاڑ کھائے یا دریا میں ڈوب جائے ...

ریزہ ریزہ کرکے کھا جائیں یا جیسا کہ ہندو مردہ کو جلا کر خاک کر دیتے ہیں ان صورتوں میں کیونکر اس مردہ سے منکر نکیر سوال و جواب کرینگے، اور وہ کیسے قیامت سے پیشتر اپنے اعمال کی جزا و سزا دیکھے گا جو کہ قبر والے دیکھتے ہیں ؟

جواب۔ جو صورتیں بیان کی ہیں بے شک ان صورتوں میں بھی منکر نکیر سوال کرینگے اور مردہ اپنی حالت کے موافق جواب دے گا۔ یا کفر و نفاق کے سبب جواب دینے سے عاجز رہے گا اور جزا و سزا اپنے اعمالِ دنیوی کی قیامت سے پہلے بھگتے گا۔ اگرچہ وہ قبر میں نہ ہو، درندوں یا دریائی جانوروں کے پیٹ میں ہو، یا جلکر خاک ہو گیا ہو۔ خدا تعالیٰ کو ہر طرح قدرت حاصل ہے۔ اس کی قدرت کے احاطہ سے کوئی شخص کسی حال میں باہر نہیں ہو سکتا۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس کے علم کے دائرے سے کوئی چیز کبھی نہیں نکل سکتی، درندوں کے پھاڑ کھانے، دریا میں ڈوبنے یا آگ میں جل جانے کی صورتوں میں بھی خدا کے اختیار میں ہے کہ وہ مردے سے بذریعہ منکر نکیر سوال و جواب کرائے اور اُس کو جزا و سزا دے، اگرچہ ہم اس کی کیفیت کو نہ جان سکیں۔

سوال۔ جبکہ مردہ کو عذاب قبر ہوتا ہے یا قبر میں ہر طرح کا چین و آرام ملتا ہے تو زندہ آدمی اس کو کیوں نہیں دیکھ سکتے ؟

جواب۔ زندہ آدمی اِس وجہ سے مردے کی حالت کو نہیں دیکھ سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی آنکھوں پر ایک قسم کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ تاکہ ان کا ایمان "بالغیب" بنا رہے جو کہ خدا کے نزدیک ایک قابلِ قدر چیز ہے، اگر مردہ کی حالت کو زندہ اشخاص دیکھ لیا کرتے تو ہر شخص اس دردناک عذاب کے خوف یا اس لطف و کیفیت کے لالچ سے ایمان لے آیا کرتا اور "ایمان بالغیب" جس کا اعلیٰ رتبہ ہے جاتا رہتا۔ اور کھرے کھوٹے اور نیک و بد کی تمیز نہ رہتی۔ اور جو کیفیت عبادت و محبت و اخلاص الٰہی کی ایمان بالغیب کی حالت میں ہوتی ہے وہ باقی نہ رہتی۔ قبر کے عذاب یا

اس میں چین و آرام حاصل ہونے اور اُس کے پاس والے کو خبر تک نہ ہونے کی ایک نہایت عام فہم مثال یہ ہے کہ جب آدمی سوتا ہے اور خواب کی حالت میں کبھی باغوں کی سیر کرتا ہے اور طرح طرح کے لطف اُٹھاتا ہے اور نہایت محظوظ و مسرور ہوتا ہے یا کسی وقت اپنے آپ کو کسی سخت مصیبت میں مبتلا دیکھتا ہے اور تکلیفوں سے گھبرا کر چیختا چلاتا ہے تو ان حالتوں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے آدمی کو مطلق خبر نہیں ہوتی پس اسی طرح مردہ پر جو حالات گزرتے ہیں زندوں کو ان کا حال معلوم نہیں ہوتا۔

سوال "حشرِ اجساد" یعنی قیامت کے دن بدن سمیت آدمیوں کے اُٹھنے کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیے ؟

جواب۔ اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ مرنے کے بعد سب لوگوں کو خدا تعالیٰ دوبارہ زندہ کریگا جیسا کہ اس نے پہلے بار کیا ہے، پس تمام آدمی اپنی اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہونگے اور ایک میدانِ خاص میں جمع ہوں گے اس مقام کا نام **موقف** ہے حق سبحانہ تعالیٰ میدان حشر میں ہر ایک شخص سے زندگی بھر کا حساب لیگا اور جو کچھ اس نے بُرا یا بھلا اپنی زندگی میں کیا ہے اس کا اقرار لے گا اور جو لوگ کہ اپنے افعالِ ناشائستہ سے انکار کرینگے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء سے گواہی دلوائیگا۔ اس حالت میں اُن پر حجت قائم ہو جائیگی اور کسی عذر کا موقع ان کو نہ رہیگا۔ محشر میں ہر شخص اپنی ذرہ بھر بھلائی اور ذرہ برابر بُرائی کو جو کہ اُس نے دنیا میں کی ہوگی دیکھ لیگا۔ کسی کے ساتھ بالکل ناانصافی نہ ہوگی۔ جس وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب لے چکے گا اور ان کے افعال پر اُن سے اقرار کرالے گا اس وقت ان کے اعمال میزانِ عدل میں تولے جائیں گے تاکہ ہر شخص کو اپنے عمل کی مقدار معلوم ہو جائے۔ پس جس کسی کی نیکیوں کا پلہ بُرائیوں سے بڑھا رہیگا اُس کا اعمالنامہ اسکے

داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا، اور وہ شخص بڑی کامیابی کو پہنچے گا، اور جس کسی کا پلّہ برائیوں کی طرف جھکے گا اس کے بائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائیگا۔ وہ شخص نہایت خسارہ میں رہیگا اور طرح طرح کے سخت عذابوں میں مبتلا کیا جائیگا۔

نہایت صحیح صحیح روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ سوائے انبیاء، شہداء اور صدیقین کے سب لوگوں سے حساب لیا جائیگا اور سب سے بازپرس ہوگی۔

سوال پل صراط کا حال بتلائیے کہ وہ کیا چیز ہے؟

جواب پل صراط ایک لمبا پل ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ قیامت کے دن وہ جہنم کے اوپر رکھا جائیگا تاکہ تمام آدمی اس کے اوپر سے گزریں۔ مؤمنین اور صالحین کے قدم تو اس پر جمیں گے اور یہ لوگ اس پل کے ذریعہ سے جنت میں پہنچیں گے۔ بعض نہایت تیزی سے گزر جائینگے اور بعض آہستہ آہستہ چلکر جنت میں داخل ہونگے، اور کافروں اور منافقوں کے قدم اس پر لڑکھڑائینگے اور وہ جہنم میں کٹ کر گر جائینگے۔ مسلمانوں کا ایسے باریک پل پر سے گزر جانا کچھ بعید از عقل نہیں ہے۔ جو قادر مطلق اپنی قدرت کاملہ سے پرندوں کو ہوا میں اڑاتا ہے وہی اپنے نیک بندوں کو اس نازک پل پر سے بآسانی گزار دیگا۔

سوال شفاعت کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب شفاعت کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام، اولیائے کرام اور علمائے صالحین اور شہدائے عظام گنہگار مسلمانوں کے لیے سفارش کرینگے لیکن جن کے حق میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اجازت مل جائیگی صرف اُنہی کیلیے بارگاہِ الٰہی میں عرض کرسکیں گے۔ بغیر اجازت کسی کے لیے سفارش نہ ہوگی۔

سوال جن لوگوں کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے کیا اُن کی بھی سفارش ہوسکیگی؟

جواب ہرگز نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو بھی کسی کافر کی سفارش کرنے کا حق حاصل

نہ ہوگا۔

سوال۔ حوضِ کوثر کیا چیز ہے؟

جواب۔ کوثر جنت میں ایک حوض ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ جو کوئی اس کا ایک گھونٹ پی لیگا، پھر کبھی اس کو پیاس نہ لگے گی۔ بعد کو جو اہل جنت مختلف نہروں کا پانی پیا کرینگے وہ محض لذت حاصل کرنے کی غرض سے پیا کرینگے۔

سوال۔ حساب وکتاب کے بعد گنہگار مسلمان کس حال میں رہیں گے؟

جواب۔ اللہ کے صالح بندے تو حساب وکتاب سے فارغ ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں چلے جائینگے اور بے انتہا نعمتوں سے مستفید ہونگے۔ منافق اور کافر ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور طرح طرح کے دردناک عذابوں میں گرفتار رہینگے۔ منافق چونکہ علاوہ اصلی کافر ہونے کے مسلمانوں کے ساتھ دھوکا دہی سے پیش آتے رہے اس وجہ سے وہ جہنم کے نیچے کے طبقے میں داخل ہوں گے۔ جن میں سب طبقات سے زیادہ سخت عذاب ہے۔ گنہگار مومن کی حساب وکتاب کے بعد یہ حالت ہوگی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے فضل وکرم سے یا کسی کی سفارش سے بخش دیا تب تو وہ اُسی وقت جنت میں داخل ہو جائیگا اور ہمیشہ کے لیے وہیں نازونعم میں رہیگا۔ اور اگر خدانخواستہ اس کو معافی نہ دی گئی تو وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر آخر کار جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہوگا۔ غرضکہ گنہگار مومن بغرض تزکیہ وتصفیہ دوزخ میں جائیگا جیسے کہ چاندی یا سونے کو نکھارنے کی غرض سے "کٹھالی" میں تاؤ دیتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہر شخص دنیا میں اپنے آپ کو آتش ریاضت ومجاہدہ سے نکھار لے تاکہ وہاں نوبت نہ آئے۔

سوال۔ جنت کی تعریف کیا ہے؟

جواب۔ نیک آدمیوں کے لیے جنت ایک نعمت والا گھر ہے جس کی نعمتیں اور راحتیں ابدی ہیں۔ وہ ایسا گھر ہے جس میں ہر قسم کی پسندیدہ چیزیں جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو مسرت حاصل ہو موجود ہیں۔ اور اس میں وہ نعمتیں ہیں جن کو نہ کسی بشر نے دیکھا نہ سُنا۔ سب سے بڑی نعمت تو "دیدار الٰہی" ہے۔

سوال۔ جہنم کا بیان بھی کر دیجیے۔

جواب۔ جہنم ایک ایسا ہولناک مقام ہے کہ جہاں ہزاروں قسم کی مصیبتیں اور تکلیفیں ہیں جس میں نہایت خوفناک آگ روشن ہے۔ اس میں بدکار آدمیوں کو اور کافروں کو اور منافقوں کو داخل کیا جائیگا۔ وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہونگے اور اپنی گمراہیوں پر افسوس کرینگے۔

سوال۔ ذرا مسئلۂ تقدیر کو بھی سمجھا دیجئے۔

جواب۔ تقدیر کے متعلق یقین رکھنا چاہیے کہ بندوں کے جملہ افعال خواہ وہ اختیاریہ ہوں یا اضطراریہ مثل کھڑے ہونے اور بیٹھنے، کھانے پینے، اور بھلائی بُرائی مثل نماز روزہ، خیرات اور شراب خواری، زناکاری یا لوگوں کی تکلیف دہی کے یہ سب کچھ خدائے تعالیٰ کے ارادے اور اس کی قدرت سے وقوع میں آتے ہیں اور جملہ امور کو حق تعالےٰ نے ازل میں جان رکھا ہے کہ فلاں شخص سے فلاں وقت فلاں جگہ یہ قول یا یہ فعل سرزد ہوگا۔

سوال۔ جب بندہ کا ہر ایک فعل خدا کے ارادے اور اسی کی قدرت سے سرزد ہوتا ہے تو پھر بندہ اپنے افعال پر کیونکر جزا و سزا کا مستحق ہے۔ وہ تو مشیت اور ارادۂ الٰہی سے مجبور ہے؟

جواب۔ بندہ اپنے افعال میں ہرگز مجبور نہیں ہے۔ افعال اختیاریہ میں اس کا اختیار ظاہر امر ہے۔ ہاں البتہ جو افعال اضطراریہ ہیں جیسے رعشہ والے شخص کا

ہاتھ اور ہول دل والے کا دل لرزتا ہے یا بوڑھے کی گردن بے ساختہ ہلتی ہے۔ایسی
حالتوں میں یہ اشخاص مجبور ہیں لیکن جو افعال کہ انسان اپنے ارادہ اور قدرت سے
کرتا ہے اُن میں مجبور نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار اور قدرت عطا فرمائی ہے
اور عقل کا ایک ایسا روشن چراغ دیا ہے جس سے وہ ہر ایک بھلائی اور بُرائی کو سمجھ
سکتا ہے۔پس جب وہ اپنے اختیار سے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرے گا،
تو ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر اس اختیار کو خدا کی نافرمانی میں صرف کریگا تو عذاب میں
مبتلا ہوگا۔یہ مسئلہ ایک مثال سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے وہ یہ کہ ہر ایک شخص
اپنے دنیوی منافع اور منصوبوں کے حاصل کرنے میں کیسی کچھ سعی کرتا ہے یا تکالیف اور
مضرتیں دور کرنے کی باختیار خود کیسی کوششیں کرتا ہے،اگر مجبور ہے تو یہ منفعتیں حاصل
کرنے اور مضرتوں کے دور کرنے کی کیوں تدبیر کرتا ہے اور انہی مشاغل میں کیوں
شبانہ روز مشغول رہتا ہے۔کیوں نہیں اپنے آپ کو مجبور سمجھکر بیٹھ رہتا،
کیوں بھوک کے وقت کھانا کھانے اور پیاس کی شدت کے وقت پانی پینے کیلیے
دوڑتا پھرتا ہے۔پس چونکہ ہر ایک نیک اور بد کام میں بندہ کا اختیار ظاہر ہے اسی لیے
وہ جزا و سزا کا عقلاً مستحق ہے۔اس امر کی ایک روشن اور عام فہم مثال یہ بھی ہے
جس کو ناسمجھ سے ناسمجھ آدمی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ہر ایک آدمی ہاتھ یا پاؤں خود
بخود ہلانے اور رعشہ کے سبب سے ہلنے میں فرق اپنے اختیار اور بے اختیاری
کا سمجھتا ہے،اور خوب جانتا ہے کہ میں جملہ افعال اختیاریہ اپنے اختیار سے کرتا
ہوں جیسے لکھنا پڑھنا اور ان افعال کو اپنے ارادہ کی طرف منسوب کرتا ہے اور
کہتا ہے کہ دیکھو یہ میں نے لکھا ہے اور جس کا ہاتھ یا پاؤں یا سر رعشہ سے ہلتا ہی
اس کو اپنے ارادہ اور اختیار کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ایسی حالت میں
اگر اس کے ہاتھ سے چینی کی رکابی گر کر ٹوٹ جائے یا کانچ کا برتن چھوٹ جائے

تو وہ اپنے مجبور ہونے کا عذر کرے گا۔ اور ہرگز اس فعل کو اپنے ارادہ اور اختیار کی طرف منسوب نہ کریگا۔ ان مثالوں سے ہر سلیم العقل انسان سمجھ سکتا ہے کہ مجھ سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک وہ قسم کہ جس میں اسکے ارادہ اور اختیار کو دخل ہے۔ مثل کھانے پینے اور کسی کو مارنے اور گالی دینے کے۔ دوسری قسم کے وہ افعال ہیں کہ جن میں اس کا کچھ اختیار نہیں جیسے اُس کا پھسل کر گر پڑنا یا کسی چیز کا بے ارادہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ جانا یا ناواقفیت کی حالت میں کسی کے اُس کی ٹھوکر لگ جانا۔

بندہ کے افعال اختیاریہ پر دنیوی اور اُخروی سزائیں دونوں مرتب ہوتی ہیں۔ دنیوی سزا جیسے بید سے پٹنا یا جیل خانہ میں ہر قسم کی تکلیف بھگتنا۔ اُخروی سزا جیسے قبر اور حشر اور دوزخ کا عذاب جھیلنا۔ اور افعالِ غیر اختیاریہ پر دنیوی اور اُخروی دونوں۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کو یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اس کے تمام افعال واقوال اور تمام حرکات وسکنات خواہ بھلے ہوں یا بُرے یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی قدرت پر موقوف ہیں۔ اور ان سے اس کا علم قدیم متعلق ہے بھلائی سے وہ خوش ہوتا ہے اور بُرائی سے ناراض ہوتا ہے۔ اور بندہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک گونہ اختیار دیا ہے جس کو اختیار جزئی کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے افعالِ خیر پر اس کو دنیوی یا اُخروی جزا و سزا ملتی ہے اور وہ اپنے افعال اختیاریہ میں کوئی معقول عذر پیش نہ کرسکیگا۔ اور وہ کسی طرح معذور نہ سمجھا جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اس لیے یہ بالکل ممکن نہیں کہ جن افعال کے کرنے میں اُن کے ارادے اور اختیار ذاتی کا کچھ لگاؤ نہ ہو اُن پہ بندوں کو سزا دے۔

عقائد کے متعلق ضروری معلومات

سوال ۔ کیا خدا کو کوئی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے ؟
جواب ۔ اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھنا عقل کے نزدیک ممکن ہے ، لیکن دُنیا میں یہ شرف کسی کو حاصل نہیں ہوتا ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں فرماتا ہے :- لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (جسم کی آنکھیں خدا کو دیکھ نہیں سکتیں ۔) ہاں اللہ تعالیٰ جنّت میں مؤمنین کی آنکھوں میں وہ قوت عطا فرمائیگا کہ مؤمنین اُس کے دیدار سے مشرف ہونگے ، اور جنّت کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت دیدارِ الٰہی ہوگی قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا ۔ چنانچہ کلامِ پاک میں آیا ہے :- وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ اُس دن لوگوں کے مُنھ تر و تازہ ہونگے اور اپنے رب کو دیکھتے ہونگے ۔ پس ثابت ہے کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن بلا کیف اپنی آنکھوں سے دیکھینگے ۔ لیکن کافروں کی آنکھیں اُس کے شرفِ دیدار سے محجوب و محروم ہوں گی تاکہ اُن کی حسرت بڑھے ، اُن کو ندامت حاصل ہو اور وہ اپنی گمراہیوں پر آنسو بہائیں ۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے منھ تر و تازہ ہوں گے ۔ یہ ارشاد اُن لوگوں کے لیے ہے جو دنیا سے ایمان سلامت لیکر گئے ہوں گے اور متقی و پرہیزگار ہوں گے ۔

سوال ۔ جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تو پھر کیونکر اُس کو جان سکتے ہیں ؟

جواب ۔ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عظیمہ کے مظاہر ہیں

مثلاً زمین اور جو کچھ اُس میں حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ ہیں اور آسمان چاند، سورج، ستارے وغیرہ جو کچھ اس میں موجود ہیں یہ سب خدا تعالیٰ کی صفت خلق کا مظہر ہیں۔ ایک چیونٹی سے لیکر ہاتھی تک کو رزق پہنچانا یہ اُس کی صفت رزاقی کا ظہور ہے۔ ایک قطرۂ منی سے انسان و حیوان اور ایک تخم سے اقسام اقسام کی جڑی بوٹی اور درختوں کا پیدا کر دینا یہ اُس کی صفت قدرت کا ظہور ہے۔ پس جیسا کہ کوئی چھوٹے سے مکان کو دیکھکر یقین کی راہ سے جان لیتا ہے کہ یہ ضرور کسی کاریگر نے بنایا ہے یا جو کہیں ایک دو حرف بھی لکھے ہوئے نظر آتے ہیں تو وہ کسی لکھنے والے کا یقین دلاتے ہیں اگرچہ نہ اُسکو دیکھا ہو اور نہ اُس کی خبر ہو۔ یا اگر کہیں راستہ پر نشانِ قدم آدمی یا چرند و پرند کا دیکھا جاتا ہے تو ضرور جان لیا جاتا ہے کہ یہاں سے کوئی آدمی یا جانور گزرا ہے۔ پس جبکہ انسان اپنی عقل سے جو کہ ایک رہبر ہے ادنےٰ سے مکان یا ایک دو حرف یا نشانِ قدم سے سمجھ لیتا ہے کہ یہ کس کا بنایا ہوا ہے ایسا ہی زمین و آسمان اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اور رات و دن کی آمد و شد اور بہار و خزاں اور صحت و مرض و دیگر انقلابات عالم کو دیکھکر ضرور جان لیا جاتا ہے کہ ایک ذات قادر مطلق، خالق و رزاق، محی و ممیت حکیم و جلیل ضرور موجود ہے جس کا قبضہ اور تصرف دنیا کے تمام کاموں میں ہے۔

ان تمام چیزوں کو دیکھکر بھی اگر کوئی شخص اللہ پر ایمان نہ لائے اور یقین نہ کرے تو یقیناً وہ دیوانہ ہے۔

سوال۔ میں اس سلسلہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا دنیا میں کوئی ایسی نظیر پائی جاتی ہے کہ کسی چیز کا وجود تو ثابت ہو لیکن وہ نظر نہ آتی ہو؟

جواب۔ بے شک اس قسم کی نظیر مخلوقات میں موجود ہے۔ مثلاً "رُوح" ہر ایک جاندار میں موجود ہے، ہر شخص کو اس کے ہونے کا یقین ہے کسی کو انکار نہیں

اگرچہ وہ کسی کو نظر نہیں آتی لیکن تاہم اُس کے آثار سے اُس کے موجود ہونے کا کلی یقین رکھتے ہیں اور گو اُس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں لیکن اقرار سب کو ہے ۔پس جیسا کہ ہم روح کے موجود ہونے کو اُس کے آثار سے جانتے ہیں اور اس کا مشاہدہ ہم کو اپنی آنکھوں سے میسر نہیں اور نہ عقل کے زور سے ہم اس کی حقیقت کو دریافت کر سکتے ہیں ۔ ایسا ہی ہم اللہ تعالیٰ کو اُس کے آثار قدامت اور دیگر صفات جلیلہ سے جانتے ہیں ۔ اگرچہ ہماری ظاہری آنکھیں اُس کی دید سے قاصر ہوں ۔

سوال ۔ کیا آپ روح کی حقیقت کو سمجھا سکتے ہیں ؟

جواب ۔ روح کی حقیقت کے متعلق غور و فکر کرنا اور اُس کی ماہیت میں بحث کرنا جائز نہیں کیونکہ جب عقل اُس کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہے تو پھر سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کیا حاصل ہے "محال" کے درپے ہونا عقلِ سلیم بیجا سمجھتی ہے ، دنیا کے بڑے بڑے عقلمندوں اور فلاسفروں نے تسلیم کیا ہے کہ روح کا ادراک عقل سے نہیں ہو سکتا ۔ باوجودیکہ ہر انسان میں یہ موجود ہے ۔ یہاں یہ مسئلہ بھی طے ہو جاتا ہے کہ جب عقلِ انسانی اس قدر عاجز و قاصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک پیدا کردہ شئے کی حقیقت دریافت نہیں کر سکتی تو پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ جو سب کا خالق و مالک ہے اُسکی ذاتِ برتر و بے مثل کی حقیقت کیونکر معلوم کر سکتی ہے ۔

سوال ۔ معراج کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے ؟

جواب ۔ معراج کا ذکر قرآنِ پاک کی اس آیت میں ہے :۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا معراج کی شب اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان پہ بلایا ۔ اور آپ کی ملاقات سے ملاءِ اعلیٰ کو عزت بخشی ۔ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آسمانوں پر تشریف لیجانے اور جنت و دوزخ کی سیر

کرنے اور خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ذکر صحیح صحیح حدیثوں میں آیا ہے، اور یہ تمام باتیں حق ہیں، کیونکہ ان تمام باتوں کی خبر دنیا کے سب سے زیادہ سچے اور برگزیدہ شخص نے دی ہے۔ یہ باتیں عقلِ سلیم کے نزدیک بھی قابلِ یقین اور قابلِ تسلیم ہیں کیونکہ جس ذات نے پرندوں کو ہوا میں اُڑایا اور ستاروں کو ایسا تیز رفتار بنایا کہ ایک منٹ میں جس قدر دور دراز مسافت کو وہ طے کر لیتے ہیں آدمی اُس مسافت کو سو برس میں بھی طے نہیں کر سکتا۔ پس اگر وہ قادرِ ذوالجلال اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں پر لے گیا تو کیا مشکل ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اُس کو ہر بات آسان ہے۔

سوال۔ اچھا یہ بتلائیے کہ کیا "دُعا" اپنے حق میں یا کسی غیر کے لیے نفع دیتی ہے؟ اور یہ بھی بتلائیے کہ کیا زندہ شخص کے صدقہ دینے کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے؟

جواب۔ دعا کرنا۔ تضرع کرنا، اللہ کو پسند ہے کیونکہ اس سے بندہ کا انکسار ظاہر ہوتا ہے۔ اور صدقہ دینا بھی خدا کو مرغوب ہے یہ دونوں چیزیں زندوں اور مُردوں کو نفع پہنچانے والی ہیں۔ صحیح حدیثوں میں ان کا ثبوت موجود ہے۔

سوال۔ جنت کی نعمتیں روحانی ہیں یا جسمانی؟ اور دوزخ کا عذاب بھی روحانی ہے یا جسمانی؟ اور جنّت کی نعمتیں اور دوزخ کا عذاب دائمی ہے یا عارضی؟

جواب۔ جنت میں دونوں قسم کی نعمتیں ہیں۔ روحانی بھی اور جسمانی بھی، روحانی تو روح کی فرحت حاصل کرنے کے لیے جیسا کہ خدا کا دیدار اور جسمانی نعمتیں اسلیے کہ جسم اُن سے لذت حاصل کرے جیسے کھانا پینا وغیرہ جنت میں حاصل ہوگا۔ اور دوزخ میں بھی دونوں طرح کے عذاب ہیں یعنی روحانی اور جسمانی دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جنّت کی نعمتیں اور دوزخ کے عذاب دائمی ہیں کبھی منقطع نہ ہوں گے اور جو اُن میں داخل ہونگے وہ ہمیشہ کو اُنہی میں رہینگے

اور وہ دونوں اس وقت بھی موجود ہیں اُن کی جگہ کی خبر خدا کے علم میں ہے۔ ہمارے علم الیقین کے لیے شارع علیہ السلام کا فرمانا کافی ہے۔

سوال۔ قیامت کی کیا کیا نشانیاں ہیں؟

جواب۔ قیامت کی نشانیاں تو بہت سی ہیں لیکن ہم پانچ نشانیاں بیان کرتے ہیں جن کو علاماتِ کبرٰے کہتے ہیں۔

اوّل۔ دجّال کا ظاہر ہونا۔ وہ ایک کانا آدمی ایسے وقت میں ظاہر ہوگا کہ اکثر لوگوں کا ایمان نہایت ضعیف ہوگا۔ علم دین کم ہوجائیگا۔ وہ مردود خدائی کا دعوٰے کریگا اور بعض عجیب وغریب شعبدے دکھلائیگا۔ ضعیف الایمان اُس کے دامِ تزویر میں گرفتار ہوجائیں گے اور اُس کا اتباع کرینگے۔ وہ ایمان سے محروم ہوکر کافر ہوجائینگے۔

دوم۔ "دابۃ الارض" کا زمین سے نکلنا۔ وہ انسانوں کے مُنہ پر "ایمان" یا "کفر" کی مُہر لگائیگا۔ جو نام کے مسلمان ہوں گے اُن کی حقیقت کُھل جائیگی اور جو منافق ہونگے اُن کا نفاق ظاہر ہوجائیگا۔

سوم۔ "آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا" جس روز آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اُس روز توبہ کا دروازہ بند ہوجائیگا۔ پھر کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

چہارم۔ "یاجوج ماجوج کا نکلنا" یاجوج ماجوج بھی ایک قسم کے آدمی ہیں نہایت مفسد، نہایت شریر، ظالم، جابر، سنگدل اور خوفناک صورت رکھنے والے ہیں۔ روایت مشہور ہے کہ کسی درّہ میں وہ بند ہیں، اُس درّہ کے چاروں طرف نہایت مضبوط اور مستحکم دیواریں "ذوالقرنین" بادشاہ نے بنوائی تھیں تاکہ خدا کی مخلوق ان کی شرارتوں سے محفوظ رہے۔ قیامت کے قریب وہ دیواریں گرپڑیں گی اور راستہ کُھل جائیگا۔ تب وہ ظالم باہر نکل کر فساد برپا

کرینگے اور لوگوں کو اپنے ظلم وستم سے تباہ کرینگے۔

پنجم "نزولِ عیسٰے علیہ السّلام" حضرت عیسٰے علیہ السلام اس وقت آسمان پر زندہ ہیں۔ قیامت کے قریب وہ زمین پر آئینگے، اور خدا کی زمین پر جو فسادات اور فتنے برپا ہو رہے ہوں گے ان کو مٹائیں گے۔ اہلِ اسلام کی نازک حالت کو سنبھالیں گے اور بہترین انتظامات فرمائیں گے۔

چونکہ آخری نبی ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم قرار پاچکے ہیں اس لیے ان کو کوئی جدید شریعت نہیں ملے گی اور وہ کسی نئے مذہب کی اشاعت نہیں کرینگے۔ بلکہ شریعتِ محمدی کا ہی اتباع کرینگے۔ مسلمانوں میں جو شرک وکفر کی رسمیں اور بداعمالیاں شائع ہوچکی ہوں گی حضرت مسیح علیہ السلام اُن کو دور فرما کر اسلام کی صحیح تعلیم سکھائینگے اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرمائینگے۔ یہ قیامت کی آخری نشانی ہوگی۔